الاجوبة الكاملة فی الاسولة الخاملة

یعنی

بودے سوالوں کے کامل جوابات

از حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ناشر

ادارہ گلستان اہل سنت سرگودھا

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ
زمر ۱۷-۱۸

کتابخانه عقیده
www.aqeedeh.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

یہ کتاب، عقیدہ لائبریری

(www.aqeedeh.com)

سے ڈانلوڈ کی گئی ہے۔

اَلْاَجْوِبَۃُ الْکَامِلَۃ فی الْاَسْوِلَۃِ الْخَامِلَۃِ

یعنی

بودے سوالوں کے کامل جوابات

از حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ناشر

ادارہ گلستان اہل سُنت سرگودھا

بعد از تسلیمات

الحمدللہ! ادارہ کے قیام کو ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوچکا ہے، اس دوران ادارہ نے کئی قیمتی کتب قارئین اور شائقین علوم دین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی کتاب ہذا اعلان کے مطابق یکم فروری ۸۸ء کو شائع ہونا تھی۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ۱۰ جنوری ۸۸ء کو جبکہ کتاب ہذا کی تیاری کا کام جاری تھا اور مدیر ادارہ گلستان اہلسنت رات کو دیر دیر تک دفتر میں کام کرنے کے بعد رات گئے گھر جاتے تھے، راستہ میں ایک اچانک حادثہ کی وجہ سے بازو میں فریکچر آگیا اور ہاتھ کا جوڑ اکھڑ گیا۔ تمام کام بند ہوگیا کافی اخراجات اور بھاگ دوڑ میں علاج کرایا گیا۔ اب موصوف کو آرام ہے۔ مزید صحت کے لئے قارئین سے دعا کی استدعا ہے۔

کتاب ہذا دس روز تاخیر سے پیش کرنے کی وجہ ایک تو یہ تھی دوسرے یہ کہ آجکل پریس والے بہت تنگ کر رہے ہیں پریس کے عدم تعاون کی صورت میں کتاب کا بروقت شائع ہونا مشکل کام ہے۔ ادارہ کا پروگرام تھا کہ اپنے ماہنامہ جشن بہار کی اشاعت خاص کے طور پہ ہم یہ کتاب خریداران کرام کی خدمت میں پیش کرتے مگر ایسا نہ ہوسکا۔ تاہم گزشتہ ماہ کے اعلان کے بعد ہم پر لازم ہے کہ خریداران کرام کی خدمت میں ماہنامہ جشن بہار کے عوض ارسال کی جائے۔

ہمارا خیال ہے کہ جب تک پریس کا معاملہ درست نہیں ہوجاتا ہم بجائے ماہنامہ کے آپ کی خدمت میں کتابیں ہی پیش کریں گے۔ گو رسالہ کی نسبت کتاب کی قیمت اخراجات کے مطابق زیادہ ہوتی ہے پھر بھی ہم اس نقصان کو برداشت کریں گے۔

امید ہے قارئین ماہنامہ جشن بہار و معاونین ادارہ گلستان اہل سُنت سرگودہا جو کہ بفضل اللہ تعالیٰ پورے پاکستان میں کثیر تعداد میں موجود ہیں زیادہ سے زیادہ تعاون فرما کر ادارہ کی سرپرستی فرمائیں گے۔

والسلام

سید احمد حسن واسطی نائب مدیر
ادارہ گلستان اہل سنت سرگودہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ مَالِكِ یَومِ الدِّینِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ

اَمَّا بَعدُ ہر چند کہ تحریر سوالات مسطورہ سے سائل کی لیاقت اور حُسن فہم ایسا آشکار ہے جیسے کالے توے میں چاندنا،

مگر بدیں نظر کہ اگر ایسے سوالات کا جواب نہیں دیا جاتا اور یوں سمجھ کر کہ ع

جواب جاہلاں باشد خموشی!

ایسے خرافات کے جواب میں سکوت کیا جاتا ہے تو جاہلوں کو اور بھی جرأت ہوجاتی ہے اور باطل کو اور بھی حق سمجھنے لگتے ہیں، اس لئے مختصر مختصر جواب سوالات بعد تحریر سوال مرقوم ہوتے ہیں۔

السُّؤالُ الاوّل

ہم مرثیہ سوز میں سنتے ہیں، ہاں جسے گٹکری کہتے ہیں وہ نہیں سنتے کہ وہ راگ ہے اور راگ حرام ہے اور حُرمت اس کی خواہ قرآن میں ہو، خواہ مرثیہ میں اسے ہم منع کرتے ہیں بخلاف سنیوں کے کہ صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۹۲ چھاپہ نول کشور میں موجود ہے کہ آنحضرتؐ کے حضور میں دو عورتیں گانے والیاں راگ گاتی تھیں، اس میں خلیفۂ اول آئے اور کہا کہ مزمار شیطانی حضرتؐ کے پاس آیا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانے دو آج عید کا دن ہے

سو معاذ اللہ خلیفۂ اوّلؓ اسے مزمارِ شیطانی بتائیں اور حضرت اُسے سنیں۔ اگر فی الحقیقت موافق قول ابوبکرؓ کے وہ مزمارِ شیطانی تھا تو آنحضرتؐ کی عصمت میں داغ لگا کہ آنحضرتؐ کو فاسق بنایا، معصوم نہ ٹھہرے۔

الجوابُ الاوّل:

اہلِ سُنّت وجماعت جو مرثیہ خوانی کو منع کرتے ہیں تو نہ بایں وجہ کہ یہ انشاء راگ ہے اور راگ ممنوع ہے، اگر یہ وجہ ہوتی تو سائل کا کہنا بجا تھا کہ ہم مرثیہ سوز میں سُنتے ہیں جس کو گٹکری کہتے ہیں وہ نہیں سنتے بلکہ وجہ ممانعت یہ ہے کہ مرثیہ خوانی پر کیا مقرر ہے، تعزیہ[۱] داری، علم برداری، سینہ زنی وغیرہ بدعات شنیعہ شیعہ سب ایجاد بندگانِ ہوا و ہوس ہیں، نہ خدائے تعالیٰ نے اس قسم کی باتوں کے لئے ارشاد فرمایا، نہ جناب سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات والتسلیم نے یہ راہ بتائی، ہاں کلام اللہ میں ہے تو یہ ارشاد ہے وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ حدود اللہ آگے بڑھ جاویں وہی ظالم ہیں۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ اِتَّبِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ یعنی اے لوگو! تابعداری کرو اس چیز کی جو تمہاری طرف نازل کی گئی اور نہ پیروی کرو سوائے اللہ کے اوروں کی۔

اور حدیث شریف میں ہے تو یہ ارشاد ہے کہ مَنْ[۲] اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ یعنی جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی وہ مردود ہے اور سب اہلِ اسلام یہاں تک شیعہ بھی اس بات کے معترف ہیں کہ مرثیہ خوانی، تعزیہ داری علم برداری، سینہ زنی، سیاہ پوشی وغیرہ بدعات معمولہ شیعہ کا پتہ نہ کلام اللہ میں ہے، نہ حدیث میں ہے، نہ خدا نے ان کاموں کے لئے فرمایا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ راہ بتائی۔ پھر اس طرح ان کاموں کا معتقد ہونا اور ان واہیات پر ثواب عظیم کا امید دار ہونا حدود اللہ سے نکل جانا ہے یا نہیں؟ اور نئی بات کا دین میں نکالنا ہے یا نہیں؟ بالجملہ شیعہ موافق ارشادِ آیت وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ کے ظالم ہیں، اور موافق ایمائے حضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے یہ ساری باتیں مردود ہیں؛ اس لئے اہلِ سُنّت وجماعت ان پر اعتراض کرتے ہیں، نہ بوجہ راگ ہونے کے فقط مرثیہ خوانی ہی کو منع کرتے ہیں۔

اب لازم یوں ہے کہ شیعہ انصاف فرمائیں اور راہ پر آئیں ورنہ وہ جانیں خدا سے معاملہ پڑنا ہے، نیک و بد کا حساب اب اس کے ہاتھ ہے۔ درباره وجہ ممانعت اگر تسکین خاطر نہ ہوا اور خدا کے ارشاد اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے دل کی اُلجھن نہ کھلے تو ایک مثال عرض کرتا ہوں، اس کو غور کریں گے تو یہ عرض مان ہی لیں گے۔ انشاءاللہ

---

[۱] ایک قبح شرعی ہی نہیں بلکہ یہ امور قبح عقلی سے خالی نہیں۔ للہ ذرا غور فرمائیے! انصاف کیجئے! کیا حسن و قبح عقلی کے قائل ہونے کا یہی ثمرہ و نتیجہ ہے، کیا یہ امور بچوں کے کھیل کے قدم بقدم نہیں ہیں، جیسے لڑکے لکڑی کا گھوڑا بنا کر دانہ گھاس ڈالتے ہیں ہانکتے ہیں دوڑاتے ہیں اور لڑکیاں گڑیاں بنا کر شادی بیاہ چوتھی چھٹی وغیرہ سب کچھ رسوم مروجہ کر گزرتی ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائیے یہ وہی ہندوستانی خود ایجاد رواج ہے کہ فرضی اور نقلی امور کے ساتھ اصلی اور واقعی کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ کنہیا کا جنم راون کا میلہ وغیرہ سب اسی خود ایجاد عملدرآمد کا جھمیلا ہے۔ ۱۲ محمد حسین عفی عنہ

[۲] ذرا آنکھیں کھولئے ہوش سنبھالئے دیکھئے تو ہمارے سچے مخبر پیارے رسولؐ کا یہ ارشاد بھی کیا صاف روشن آئینہ ہے جس میں سُنّت و بدعت کی صورت کیا بلکہ حقیقت کس وضاحت سے ظاہر و باہر ہے، مَن جس کسی نے خواہ وہ عالم فاضل قاضی مفتی غوث قطب ہی کیوں نہ ہو احدث کوئی نئی بات نکالی جس کا وجود و ثبوت پہلے سے نہ ہو فی امرنا ہمارے اس امر یعنی دین میں تو اس صورت میں احداث کی تین قسمیں ہوئیں۔ الاحداث فی امرنا یعنی نئی بات ہمارے اس دین میں نکالنی الاحداث فی غیر امرنا یعنی ہمارے اس دین کے غیر میں کوئی نئی بات نکالنی الاحداث لامرنا یعنی ہمارے اس دین کیلئے کوئی نئی بات نکالنی دیکھو یہی پہلا احداث ہے جو بدعت شرعی اور بدعت سیئہ ہے جس کی تمثیل و تصویر

(باقی حاشیہ بر صـ۵)

(بقیہ حاشیہ از صـ۴)

مولانا مرحوم نے کمی بیشی نسخہ کے ساتھ فرمائی ہے۔ اور دوسرا احداث بدعت شرعی اور سیئہ نہیں کیونکہ وہ احداث فی امر الدین نہیں بلکہ دینی اور شرعی باتوں کے علاوہ کسی دنیاوی امر میں کوئی نئی بات نکالنا مباح ہوگا بشرطیکہ وہ نئی بات محرمات اور مکروہات میں سے نہ ہو جیسے چارپائی، مونڈھا، انگرکھا، پائجامہ وغیرہ وغیرہ کہ ان میں روز بروز انواع قسم کی تراش خراش ہوا کرتی ہے۔ اور تیسرا احداث بھی بدعت شرعی اور بدعت سیئہ نہیں، اس واسطے کہ لامر الدین یعنی دین کی مصالح اور ضروریات کے لئے کوئی نئی بات نکالنی ہرگز بدعت نہیں جیسے علم صرف و نحو کی تدوین اور کتب فقہ و اصول کی تالیف و تصنیف بغرض سہولت و آسانی تعلیم و تعلم کے لئے ہے جس کو مولانا مرحوم نے شربت بنفشہ کے ساتھ تمثیل فرمائی اور یہی احداث اگر کسی فرض شرعی کی ضرورت کے لئے ہے تو بدعت مفروضہ اور واجب شرعی کے لئے واجبہ اور مسنون و مستحب شرعی کے لئے بدعت مسنونہ و مستحبہ ہے اس لئے کہ یہ احداث اسی شرعی امر کا تابع اور اسی سے ملحق ہے پس جیسا متبوع ویسا تابع اور اسی کو ملحق بالسنۃ یا بدعت حسنہ کہیئے اس لئے کہ اس میں کوئی حسن ذاتی نہیں بلکہ اس کے متبوع اور ملحق بہ سے الگ ہو گئے اور اس امر شرعی کو ان کی ضرورت باقی نہ رہی تو اس وقت ان کا حسن بھی کافور ہو جائیگا اب وہی پہلا احداث بدعت سیئہ اور داخل کلیہ شارع علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ ٹھہرا اور واضح ہو گیا کہ پہلی ہی قسم کا احداث کلیۃً بدعت سیئہ ہے اور جو امور پہلے سے اشارۃً یا کنایۃً یا ضمناً شریعت سے ثابت ہو چکے ہوں اور کسی وقت میں ان کا ظہور و شیوع ہو جائے تو وہ احداث ہی نہیں بلکہ وہ سنن متروکہ میں سے ہوں گے جیسے نماز تراویح وغیرہ اور یاد رہے کہ جب احداث کی شرعاً اجازت ہے اگر امور محدثہ میں کوئی شرعی قباحت کسی طور نکل آئے تو جب بھی ممنوع ہو جائیں گے۔ ۱۲ محمد حسین عفی عنہ بانکپوری

جیسے ہمارے تمہارے جسم میں ہاتھ پاؤں آنکھ ناک اعضا ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک ایک مقدار ہے۔ دو ہاتھ، دو پاؤں، دو آنکھیں، پانچ انگلیاں ہر ہر ہاتھ پاؤں ہیں۔ ایک منہ، ایک ناک؛ علی ہذا القیاس دین میں بھی بہت سے ارکان ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور پھر ہر ایک کی ایک مقدار ہے؛ نمازیں رات دن میں پانچ، تو روزہ برس بھر میں تیس؛ علیٰ ہذا القیاس زکوٰۃ ہر سال ہے، حج عمر بھر میں ایک بار۔

مگر جیسے آنکھ، ناک اپنی مقدار معین سے کم ہو جب بُری معلوم ہوتی ہے، زیادہ ہو جب بُری۔ ایک ناک کی جگہ اگر دو ناکیں ہوں اور دو آنکھوں کی جگہ اگر تین ہوں ویسے ہی بُری معلوم ہوں گی۔ جیسے فرض کیجئے کسی کے اصل سے ناک نہ ہو یا آدھی ہو بالجملہ جیسے ہمارے تمہارے وجود میں کمی بیشی اپنے انداز سے بُری معلوم ہوتی ہے ایسے ہی دین میں بھی کمی بیشی اندازہ نبوی سے بری اور ناموزون ہوگی۔

اس مثال کے سُننے کے بعد اہل انصاف تو انصاف ہی فرمائیں گے اور جن کو خدا نے چشم انصاف عنایت نہیں کی وہ ہماری تو کیا خدا و خدا کے رسول کی بھی نہیں مانتے، باقی سائل نے جو کچھ خلیفہ اول رض پر طعن فرمائے ہیں اس کا جواب بطور تحقیق تو اتنا ہی بہت ہے کہ ابوبکر صدیق رض نبی نہیں جو تمام احکام ان کو معلوم ہوتے۔ مزامیر کی بُرائی سُنی ہوئی تھی پر یہ تفصیل معلوم نہ تھی کہ صرف عید کے دن جائز ہے اور باقی مزامیر حرام، سو اپنے خیال کے موافق منع فرمایا۔ باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیدار ہونا ان کو بالیقین معلوم ہوتا تو پھر اس اعتراض کی گنجائش تھی کہ ابوبکر اس کو مزامیر سمجھے تھے۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی کو مزمار شیطانی کا سننے والا سمجھا اور معصوم نہ سمجھا۔

علاوہ بریں اعتراض اسے کہتے ہیں کہ جس پر اعتراض کیا جائے اس کی ان باتوں کو توڑیئے جو اس کے نزدیک مسلّم ہوں اور اگر اس کے نزدیک ایک بات مسلّم ہی نہیں تو اس کا توڑنا اس کو کیا مضر؟ مثلاً اہل اسلام پر اعتراض اسے کہتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ نبی نہ ہونا، ساحر، کاہن، دنیا پرست ہونا ثابت کرے اور ابوجہل کا کافر یا دنیا پرستی اور برائی کا ثبوت اہل اسلام کو کیا مضر ہے؟

سو اہل سنت و جماعت کے نزدیک مباحات جیسے امتیوں کو مباح ہوتے ہیں، انبیاءً کو بھی مباح ہوتے ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ بہت سے مباحات امتیوں کے حق میں کسی قدر

مکروہ ہوں تحریمی نہ سہی تنزیہی سہی، پر انبیاء کے حق میں وہی مباحات بوجہ اس وجہ کہ ان کے فعل سے اباحت معلوم ہوتی ہے موجب ثواب ہو جاتے ہیں۔ ظاہر باتوں میں اس کی ایسی مثال ہے جیسے غذائے قوی ضعیف المعدہ کے حق میں موجب نقصان اور قوی المعدہ کے حق میں باعث قوت۔ لیکن ظاہر ہے کہ امور مکروہ میں اشتراک شیطانی ضرور ہوتا ہے۔ بہت نہیں، تھوڑا ہی سہی باعث عذاب نہ ہو، سبب کراہت ہی سہی؛ سو اگر فرض کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہی تھے اور ابوبکر صدیق کو آپ کی بیداری کی اطلاع بھی تھی اور ادھر یہ امر مباح بوجہ کراہت خالی شر شیطان سے نہ ہو، تب بیش بریں نیست کہ بوجہ مذکور انہوں نے اس کو مزمار شیطانی کہا ہو، مگر اس سے یہ کہاں سے لازم آیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی یہ اس کا سننا بوجہ اغوائے شیطانی ہو ایک فعل ایک کے حق میں موجب ثواب، اور دوسرے کے حق میں موجب عذاب ہوتا ہے۔

چونکہ سُنی سنائی کا ذکر ہے تو میں بھی اسی ضلع کی مثال عرض کرتا ہوں، سننا بعضوں کے لئے باعث ہدایت اور موجب ثواب اور بعضوں کے لئے ضلالت اور باعث عذاب ہے* کلام اللہ ہی میں ارشاد ہے: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ اب دیکھئے ثواب و عذاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک فعل میں جب یہ دونوں مجتمع ہوئے تو اباحت و کراہت تو نیچے کے درجے میں ہے، یہ دونوں اگر بنسبت دو شخصوں کے مجتمع ہو جائیں تو اتنا رنج کیوں ہے؟ یا حضرت خلیفۂ اول ہی سے ضد ہے کہ وہ اگر سیدھی کہیں تب بھی الٹی ہی سمجھیں۔

یہاں تک تو بطور تحقیق جواب تھا اب بطور الزام سُنیئے ہماری نہیں مانتے تو خدا کی تو مانئے خداوند علیم حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے کلام پاک میں نبی فرماتا ہے۔ کبھی بھولے چوکے کلام اللہ دیکھا ہو تو شیعوں نے سورۂ مریم میں یہ آیت بھی دیکھی ہوگی؛ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا جس کے یہ معنی ہیں کہ دیا ہم نے موسیٰؑ کو اپنی رحمت سے ان کا بھائی ہارونؑ نبی، اور انہیں برادر بزرگوار کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بشہادت کلام اللہ سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔

چنانچہ کلام اللہ پڑھا ہوگا تو سورۂ اعراف میں یہ بھی دیکھا ہوگا، فَاَخَذَ بِرَاْسِ[1]

---

[1] اور اس سے پہلے یوں فرماتے ہیں ولما رجع الیٰ قومه غضبان اسفا اور جب حضرت موسیٰ (باقی حاشیہ بر صفحہ ٨)

اَخِیۡہِ یَجُرُّہٗ اِلَیۡہِ ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو معروض ہوا ، اور سورہ طٰہٰ میں ؛ وَاجۡعَلۡ[1] لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ ہٰرُوۡنَ اَخِی اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ وَاَشۡرِکۡہُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۔ اور سورۂ شعرا میں جملہ فَاَرۡسِلۡ اِلٰی ہٰرُوۡنَ بھی دیکھا ہو گا جس کو اپنے ماقبل اور مابعد کے ملانے سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کے لئے نبوت کی استدعا اُسی وقت کی ہے کہ جس وقت ان کو خلعت نبوت حاصل ہوا۔ غرض فرعون کی طرف جانے سے پہلے حضرت ہارونؑ کی نبوت کے خواستگار ہوئے اور پھر قَدۡ اُوۡتِیۡتَ[2] سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی ۔ سورہ طٰہٰ اور کَلَّا[3] فَاذۡہَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَکُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ سورۂ شعراء میں موجود ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دُعا اور استدعا فرعون کی طرف جانے سے پہلے ہی مقبول ہوئی ، یہ سارے حوالے اس لئے دیئے کہ کوئی حُجتی لا امتی بوجہ تکرار نہ کرے اگرچہ شیعہ اپنی ہٹ دھرمی سے اب بھی باز نہ آئیں ، کلام اللہ کو بیاضِ عثمانی بتلائیں ، کلام الٰہی نہیں۔

چنانچہ کہتے ہیں اور اس لئے علمائے اہل سُنت نے اور نیز اس ہیچمدان نے ہدیۃ الشیعہ میں اس کے جوابات دندان شکن لکھے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اگر شیعہ اصل سے کلام اللہ کو نہ مانیں تو ہمارا اِدھر بھی حساب اور لکھا ہے ، اُدھر نہیں اِدھر سہی ، آپ کو پچھاڑیں گے آخر شیعہ دسُنی حدیث ثقلین کے سبھی قائل ہیں۔

اس حدیث کا ماحصل یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ، ایک کتاب اللہ ، دوسری اپنی عترت ۔ جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہوگے تب تک گمراہ نہ ہوگے اور ظاہر ہے کہ کلام اللہ کسی پاس ہو اور نہ پکڑے یعنی اس پر عمل نہ کرے یا پاس نہ ہو کوئی چھین لے جائے یا جلا دے ، جیسا حضرات شیعہ

(بقیہ حاشیہ از صٖ)
علیہ السلام واپس تشریف لائے اپنی قوم کی طرف تو غصہ میں بھرے ہوئے اور رنجیدہ خاطر فقال خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم فرمایا تم نے میرے بعد برا کام کیا اور اپنے رب کے احکام کو آنے نہ دیا اور جلدی کر بیٹھے والقی الالواح واخذ براسہ یجرالیہ اور توراتِ مقدس کی تختیاں پھینک دیں اور حضرت ہارونؑ کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے ۔ ۱۲

[1] قال رب اشرح لی صدری ویسرلی امری فرمایا اے رب کھولدے میرا سینہ علوم و معارف سے اور میرے کاموں میں آسانی عطا فرما واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی اور میری زبان کی لکنت دور فرما تاکہ میری بات لوگ سمجھیں واجعل لی وزیرا من اھلی ھٰرون اخی اشدد بہٖ ازری واشرکہ فی امری اور میرا وزیر و مشیر میرے بھائی ھارون کو بنا دے جس سے میری کمرہمت مضبوط ہو جاوے اور اسے میرے امور رسالت میں شریک کر ۔ ۱۲

[2] فرمایا اللہ پاک نے اے موسیٰ تم کو یہ سب باتیں دی گئیں ، تمہاری دعائیں قبول ہوئیں ۔ ۱۲

[3] فرمایا کچھ نہیں پس تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر ہم تمہاری سنتے ہیں اور تمہاری مدد کریں گے ۔ ۱۲

بہ نسبت جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے گمان رکھتے ہیں ، کلام اللہ پر عمل نہ کرنا ، دونوں صورتوں میں میسر نہیں ۔ صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں مثل کفار زمانہ سید الابرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں گے ، دوسری صورت میں مثل کفار زمانہ جاہلیت کے بالجملہ کلام اللہ کے عالموں حافظوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ حضرت ہارون فرعون کے پاس جانے سے پہلے نبی ہو چکے تھے اور علیٰ ہذا القیاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات کے لئے کوہِ طور پر جانا اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانا اور پھر سامری کا بنی اسرائیل کو گمراہ کر دینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ میں لوٹ کر ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر کھینچ کر یہ کہنا : اَفَعَصَیۡتَ[1] اَمۡرِیۡ جس کے یہ معنی ہیں کہ تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی ۔

یہ سب باتیں فرعون کے غرق ہونے کے بعد کی ہیں ۔ چنانچہ سورۂ اعراف ، سورہ طٰہٰ ، سورۂ شعراء کے سیاق وسباق اور نیز باتفاق شیعہ دسُنی ثابت ہے ؛

اب حضرات شیعہ کی خدمت میں اِس غلام خاندانِ اہلِ بیت کی یہ گذارش ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اگر حضرت ہارون علیہ السلام کو وہی حکم کیا تھا جو حکم خدا ہے اور انہوں نے اس کی نافرمانی کی ، جس کی نسبت یہ فرمایا اَفَعَصَیۡتَ اَمۡرِیۡ تب تو حضرت ہارون علیہ السلام کی عصمت کو کیونکر تھامئے گا ؟ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی امر خلافِ شرع ارشاد فرمایا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معصومیت کو نعوذ باللہ داغ لگے گا ، اور اگر وہ حکم نہ موافق شرع تھا نہ مخالف شرع ، یوں ہی مباحاتِ دنیوی میں سے تھا تو حضرت ہارون علیہ السلام کا قصور ہی کیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی ہتک عزت کی ، ان کی نبوت اور بڑائی کا کچھ لحاظ نہ کیا ؟ قطع نظر نبوت کے حضرت ہارون علیہ السلام بڑے بھائی بھی تو تھے اور بڑا بھائی بجائے باپ کے ہوتا ہے ۔ بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ حرکت از قسم معصیت تھی ، جس سے عصمت کو داغ نو کیا لگے بالکل سیاہ بن جائے ، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی عصمت باوجود اس دست و گریبان ہونے کے بھی نہیں جاتی اور حضرت ہارون کے عاصی سمجھنے سے ، چنانچہ آیت اَفَعَصَیۡتَ اَمۡرِیۡ شاہد ہے ان کی عصمت کو داغ نہیں لگتا ؛

تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اگر دف کو مزمار شیطانی سمجھ کر منع کیا بے جا کیا ، اِس میں اور اُس میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ وہ قصہ کلام اللہ میں ہے جس کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے

---

[1] کیوں تو نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی ۔ ۱۲

یہ قصہ حدیثِ واحد میں ہے جس کے انکار سے کفر عائد نہیں ہوتا۔ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نبی ہیں اور نبی بھی کیسے نبی ہارونؑ کو عاصی سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نبی کا فہم کیسا ہوتا ہے؟ یہاں اگر دف کو مزمارِ شیطانی سمجھا تو ابوبکر صدیقؓ نے سمجھا جو ان کے معتقدوں کے نزدیک بھی نبی نہیں، امتی ہیں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہیں، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے بدرجہا کمتر ہیں، ان کی غلط فہمی سے سُنیوں پر کچھ عیب نہیں لگتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک سوا نبی کے کوئی معصوم نہیں اور شیعوں کے اصول کے موافق نبی تو نبی، امام بھی معصوم ہیں۔

پھر سُنّی تو اعمال ہی میں معصوم کہتے ہیں جسے معصوم کہتے ہیں۔ شیعہ معصوموں[1] کو فہم میں بھی معصوم سمجھتے ہیں، جیسے اعمال میں معصوم سمجھتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ گناہ ان سے صادر نہیں ہوتا، ویسے ہی غلط فہمی سے معصوم ہوتے ہیں۔ سو اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غلطی سے دف کو مزمارِ شیطانی کہہ دیا تو کیا گناہ کیا؟ ایک غلط فہمی ہوئی، جس سے نہ ولایت میں نقصان ہے سنیوں کے نزدیک نہ خلافت میں۔ بلکہ ان کے نزدیک نبی سے بھی غلط فہمی ممکن ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شیعوں کے نزدیک (بوجہ معصومیت) غلط فہمی تو ممکن نہیں حضرت ہارون علیہ السلام کو جو انہوں نے عاصی سمجھا تو شیعوں کے نزدیک نعوذ باللہ صحیح سمجھا ہوگا۔

علاوہ بریں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اگر شیطان کی طرف نسبت کیا تو بجانے والیوں کے فعل کو نسبت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کیا، بلکہ آپ ہی کی خاطر جھڑکا، یعنی جیسے اور کافروں، فاسقوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ادب نہیں کرتے تھے، لڑتے جھگڑتے تھے، یہاں بھی بمقتضائے ادب و محبتِ نبویؐ غصہ ہوئے اور منع کیا۔

اور جب کفار، فجار کے اعمال دیکھنے کے باعث انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ آپ برضا و رغبت دیکھتے ہیں، ایسے یہاں بھی بشرطِ بیداری یہ نہیں سمجھا تھا کہ آپ برضا و رغبت سُنتے

---

[1] عجب تماشا ہے کہ ادھر عصمتِ ائمہ کا وہ زور و شور کہ الامان الامان ادھر حضرت تقیہ ہے چاری عصمت بے چاری سے دست و گریبان؟ غور فرمائیے کہ تقیہ کی چھپی ہوئی چٹکیاں بے کس عصمت کو چین نہیں لینے دیتیں۔ اسلئے کہ امام کا مطلق قول و فعل بالتقیہ اور بغیر التقیہ ٹھہرا تو دائر ہوا اور یہاں بالتقیہ اور بغیر التقیہ کے اور جو قول و فعل دائر ہو بالتقیہ اور بغیر التقیہ میں تو لامحالہ وہ مشکوک و نامعتبر ہوگا تو امام کا مطلق قول و فعل مشکوک و نامعتبر ہوگا۔ اور یہ مشکوکیت اور بے اعتباری منافی عصمت ہوئی تو لامحالہ تقیہ منافی عصمت ہوا (سبحان اللہ)

ع نگاہ قتل کرے [illegible]

ہیں بلکہ سیاق کلام سے فہم[1] ہو تو یہ بات صاف روشن ہے ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نسبت خیال کیا کہ آپ کو یہ فعل بُرا معلوم ہوتا ہوگا پر آپ شاید ایسے چپ ہوں جیسے بعضے بزرگ بوجہ کمالِ حلم کے چھوٹوں کی بہت سی بد لحاظیوں پر سکوت کرتے ہیں۔

غرض حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گمان میں یہ آیا کہ آپ کو بُرا معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ مکروہات تنزیہی سے آپ منع نہیں فرماتے اس لئے آپ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا، سو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بوجہ کمالِ ادب کے اتنی بات بھی بُری معلوم ہوئی اور یہ ایسا قصہ ہے کہ اپنے بزرگ کے سامنے کوئی لڑکا حُقّہ پینے لگے اور وہ (بزرگ) بوجہ دانشمندی خود کچھ نہ کہیں لیکن ان کے خادم یُوں کہیں کہ ہیں! ایسی بے ادبی بزرگوں کے سامنے؟ لیکن ملاحظہ قصہ حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے خوب روشن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود حضرت ہارون علیہ السلام نبی کو عاصی سمجھا۔

اسے بھی جانے دیجئے عصیان اور مزمارِ شیطانی میں بھی زمین اور آسمان کا فرق ہے، مزمارِ شیطانی سے تو فقط اتنی بات معلوم ہوئی کہ شیطان کو اس فعل میں دخل ہے، یا شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔ یہ نہیں ثابت ہوتا کہ شرک یا کفر یا گناہِ کبیرہ یا صغیرہ یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی غرض ایک گول بات ہے کہ جس کے بیس پہلو ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ شیطان کو ان سب باتوں میں دخل ہے بلکہ طول امل اور حدیثِ نفس تک بھی شیطان ہی سے ہوتی ہے، اُدھر حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت شیطان کی وسوسہ اندازی خود کلام اللہ میں مذکور ہے: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ[2]۔ سورۂ اعراف میں اور فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ[3]۔ دیکھا سُنا ہوگا۔ ادھر سرگروہ انبیاء میں۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ[4] موجود ہے۔ ان سب آیتوں کے ترجمہ سے دیکھئے اور انصاف کیجئے کہ وسوسہ اور القائے شیطانی کی اضافت مزمارِ شیطانی کی اضافت سے کس بات میں کم ہے، مگر عصیان نافرمانی کو کہتے ہیں جس سے انبیاء بالیقین معصوم ہیں۔

اب حضرات شیعہ برائے خدا انصاف کریں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مزمارِ شیطانی کہنے اور

---

[1] فہم بے چاری کا یہاں کیا کام ذہن سلیم اور فہم مستقیم تو آپ لوگوں کے نام سے تھراتے ہیں منزلوں بھاگتے ہیں۔ ۱۲

[2] پس وسوسہ پیدا کیا ان دونوں کے واسطے شیطان نے۔ ۱۲

[3] پس ان کے استقلال کے پاؤں کو شیطان نے پھسلا دیا پھر دونوں کو نکال دیا وہاں سے جہاں کہ وہ دونوں تھے

[4] اور نہیں بھیجا ہم نے تیرے سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر جبکہ اس نے کوئی تمنا کی تو ڈالا شیطان نے اس کی تمنا میں وسوسہ۔ ۱۲

سمجھنے سے عصمت کو بٹہ لگتا ہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ کہنے سے؟

صاحبو! یہ ساری خرابی کلام اللہ کے یاد نہ ہونے اور کلام اللہ پر تمسک اور عمل نہ کرنے کی ہے۔ اگر حضرات شیعہ کو کلام اللہ کی طرف توجہ ہوتی تو اس اعتراض کو منہ پر بھی نہ لاتے۔ خیر خداوند کریم ہمیں اور انہیں کلام اللہ کی پیروی کی توفیق دے۔ بالجملہ حضرات شیعہ کی خدمت میں ہماری یہ عرض ہے کہ ابوبکر صدیق تو بمقتضائے تقریر بے قصور نکلے، پھر اب ان صاحبوں کو ہمارے اعتراض کا جواب دینا چاہئے کہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت اور عصمت سے سب سے زیادہ واقف تھے (بعد از خدا) کیونکہ آپ ہی کی استدعا سے ان کی نبوت کی نوبت پہنچی۔ پھر کیوں ان کو عاصی سمجھا اور پھر سمجھے بھی تو اس درجہ کو کہ شک کا بھی احتمال نہیں۔ ہر طرح سے یقین کا یقین ہے، ورنہ سر کے بال اور ڈاڑھی کے بال کھینچنے اور پکڑنے کی نوبت نہ آتی۔ بلکہ آیت: وَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1] سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو زمرۂ ظالمین سے سمجھا ہے۔

السؤال الثانی

دیکھو معاویہ بن ابی سفیان نے قابو پا کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ اہلِ سُنت کو قتل کیا اور حمار کے شکم میں رکھ کر ان کی لاش کو جلایا اور اُم حبیبہ خواہر معاویہ نے کلۂ گوسپند بھون کر عائشہ اپنی سوکن پاس ازراہِ فرح و سرور بھیج دیا کہ اسے کھاؤ کہ تمہارا بھائی اسی طرح مار کر بھونا گیا۔ سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے تا مرگ غم برادر میں کلۂ گوسپند نہ کھایا اور عائشہ رضی اللہ عنہا و جناب امیر خبر اس کی سُن کر بہت روئے اور اُم حبیبہ قاتل پر اس کے لعنت کرتی تھی، کما ذکرہ الواقدی حالانکہ یہ برادر وہی برادر تھا کہ جو جناب امیر کے ساتھ ہو کر اپنی بہن عائشہ کو موافق حدیث یا علیؑ حربک حربی بصرہ میں ہزیمت دی اور کچھ خیال اُخوت و زوجیت و اصحابیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ کیا۔

الجواب للسؤال الثانی

جناب سائل صاحب وقت سوال کچھ بھنگ پی کر تو نہیں بیٹھے ہوتے ہیں۔ اہل فن بھی معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ اہل فہم بھی نہیں معلوم ہوتے۔ کہ وہ سنیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ یا شیعوں پر یا دونوں پر۔

[1] اور نہ ہنسا تو مجھ پر دشمنوں کو اور نہ کر تو مجھ کو ہمراہ قوم ظالموں کے۔ ۱۲

رہا جیسا اہل واقدی اہل سنت کے نزدیک مورخ معتبر نہیں۔ مجمع البحار کے آخر میں دیکھ لیجئے۔ واقدی کی شان میں کیا لکھا ہے۔ مگر اس بات پر تو ناظران اوراق عقب گذاری پیر مدی کریں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ ساری باتوں کو محرر اوراق غلط ہی بتانے لگا اور صاحب سوال اب معترض کو کوئی یوں نہیں کہے گا۔ کہ حضرت نے جو بات لکھی طوفان شیطان ہی لکھا ہے۔ کوئی اہل علم تو بتائے۔ کہ حضرت نے سوا ایک بات کے کونسی بات سچی لکھی۔ اسلئے یہ عرض ہے۔ کہ ہم نے آپ کی خاطر سے اس روایت کو مانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رونے کی اگر شکایت ہے تو حضرت امیر بھی بشہادت سائل محمد بن ابی بکر کو روئے۔ اگر حضرت عائشہ نے اس کا دھیان نہ کیا۔ کہ کل اس نے میری صحابیت اور زوجیت نبوی کا کچھ لحاظ نہ کیا تھا۔ تو حضرت امیر نے بھی اس کا کچھ دھیان نفرمایا کہ کل اس نے حضرت عائشہ زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت اور صحابیت کا دھیان نہیں کیا تھا۔ مجھکو اس کے غم میں رونا مناسب نہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ حضرت امیر نے بھی جنگ جمل میں حضرت عائشہ کی زوجیت وصحابیت کا لحاظ نہیں کیا۔ اگر اس بات کا لحاظ کرتا تو برا تھا اور اسی وجہ سے ان کا غم نہ کرنا مناسب تھا۔ تو یہ فرمایئے کہ حضرت امیر نے ایسا برا کام کیوں کیا۔ اور اگر یہ مدعا ہے۔ کہ حضرت امیر جنگ جمل میں حق پر تھے۔ اور دلیل اس کی یہ ہے۔ کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا لحاظ نہ کیا۔ تو اس کا یہ جواب ہے۔ لاریب حضرت امیر برحق تھے۔ ہم وہ نہیں کہ مثل شیعہ حق بات کو ہضم کر جائیں۔ پہ اس کہنے سے کیا فائدہ۔ محمد بن ابی بکر سینوں کے کیونکر مقتدا اور پیشوا اور امام وقت تھے۔ جن کا فعل سینوں کے نزدیک مستند ہو۔ دوسرے یہ ہے۔ کہ اگر ان کا فعل سند بھی ہو۔ تو حاجت سند ہی کیا ہے۔ اہل سنت حضرت امیر کی خلافت کے وقت ان کے خلیفہ برحق ہونے کے دل سے قائل ہیں جیسے خلفائے ثلثہ کی خلافت کی حقیت کے ان کے ایام خلافت میں قائل ہیں سند کی تو اس وقت ضرورت ہوتی جب اہل سنت حضرت امیر کے برحق ہونے کے منکر ہوتے۔ پھر اس بیہودہ سرائی سے کیا فائدہ۔ اس پر حضرت عائشہ اور حضرت امیر کے رونے سے آپ کو کیا ہاتھ آیا۔ یہ تو فرمایئے کہ یہ کون سی دلیل ہے۔ اسے کلام اللہ کی آیت کہئے یا حدیث کی دلالت کہئے۔ اس دیوانونکی ترنگ سے اس بحث میں کیا ہاتھ آیا۔ کیا خلافت حضرت امیر اس سے ہاتھ آ گئی۔ یا آپ کی امامت کے تمسک کا قبالہ اس سے درست ہو گیا۔ مثل مشہور ہے بیاہ میں بیج کا لیکھا کیا۔ امامت حضرت امیر کی کجا۔

[1] اور نہ ہنسا تو مجھ پر دشمنوں کو اور نہ کر تو مجھ کو ہمراہ قوم ظالموں کے۔ ۱۲

یہ مہمل تقریر اور اگر مقصد دلی و اظہار خبث باطن بہ نسبت زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا ہے۔ اور اس پردے میں حضرت عائشہؓ پر طعن مدنظر ہے۔ تو مصداق مصرعہ مشہور کلوخ انداز را پاداش سنگ ست یہ مناسب تو یونہی تھا کہ انتقام ام المومنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم بھی دل کے پھپھولے پھوڑنے پر ایسے نابکاروں کو برا کہنا کیا شیطان کو برا کہنے کی کیا حاجت ہے۔ اور اس کی ہجو اور مذمت کی ضرورت کیا ہے۔ جیسی اس کی خوبی اور بزرگی معلوم ہے۔ حضرات روافض کی شان میں بھی مشہور ہے۔ (تو ادفعی) ہذا دہ اللعنۃ از دو مخیز دو بیرو میریزد۔ بالجملہ رافضیوں کے برا کہنے کی تو حاجت نہیں۔ ہاں جواب اعتراض چاہیے۔ صاحبو تحقیقی جواب تو اس کا یہ ہے۔ کہ لاریب اپنے ایام خلافت میں حضرت امیر افضل البشر تھے۔ بیشک وہ حق پر تھے۔ اور حضرت عائشہ خطا پر تھیں۔ بوجہ خطا و نسیان معاتب نہیں۔ ورنہ روزہ میں بھول کر پانی پینا کھانا کھانا۔ یا بوجہ خطا جیسے وضو کرتے میں کبھی پانی حلق میں اتر جاتا ہے۔ ایسے امور کا مرتکب ہونا موجب عذاب اور وجوب کفارہ ہوا کرتا۔ علی ہذا القیاس بوجہ غلطی اگر کوئی حرکت ناسزا ہو جائے۔ تو اس پر بھی خدا کے یہاں سے گرفت نہیں۔ ورنہ ابر کے روز قریب غروب آفتاب کہ ابھی غروب نہیں ہوا اگر کوئی شخص بوجہ غلطی یوں سمجھے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لے۔ اور پھر آفتاب نمودار ہو جائے۔ چنانچہ اکثر ہو جاتا ہے۔ تو لازم یوں ہے۔ کہ ایسا شخص معذب ہو حالانکہ باتفاق شیعہ وسنی ایسے افعال پر خدا کے یہاں مواخذہ نہیں۔ ایسے مشاجرات صحابہ اور محاربات اصحاب جو باہم پیش آئے۔ یا منازعات انبیاء جیسے حضرت ہارون اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کا قصہ گذرا۔ سب بوجہ غلطی ہوئے ہیں، جان بوجھ کر نہیں ہوئے۔ جو ان پر اعتراض کیا جاوے۔ باقی رہی یہ بات کہ وجہ غلطی کیا ہوئی۔ اس کا جواب اول تو یہ ہے۔ کہ ہم کو اس سے کیا بحث۔ حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون کی طرح ان کو بزرگ سمجھا جائے۔ اور تحقیق منظور ہے۔ تو سنیے حضرت عثمان کے قاتل حضرت امیر کے ساتھ ہو گئے تھے۔ سو حضرت امیر بایں وجہ قصاص کے لینے میں دیر کر رہے تھے۔ کہ ان شورہ پشتیوں نے بنی بنائی بڑے زور کی خلافت کو جب ایسا زیر و زبر کر دیا۔ تو میری خلافت ابھی جمنے بھی نہیں پائی میرے قابو میں کیونکر آئیں گے۔ دوسرے بلوے کی بات ہے۔ بتحقیق کے بعد قاتل کو پہچان کر قصاص لیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت

لے الشیعۃ نسوان ہذہ الامۃ مثل مشہور ہے۔ ۱۲

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ یہ سمجھے کہ حضرت امیر ان ظالموں کے طرفدار ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ نے جو محمد بن ابی بکر کو مارا۔ تو اس کی وجہ یہی ہوئی کہ ان کو منجملہ مشیران قاتلین سمجھے تھے۔ یہ جدی بات رہی کہ یہ تھے یا نہ تھے۔ نیز حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو خود ارادہ قتال کا بھی نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے قاتل جو ان لوگوں کو ڈراتے تھے اپنی جان بچانے بصرہ جاتے تھے۔ حضرت امیر نے تعاقب کیا۔ انجام کار بایں وجہ کہ قاتلان مذکور نے بغرض فساد دو گروہ ہو کر دونوں لشکروں پر شبخون مارا۔ ہر ایک نے دوسرے کی دغا سمجھی اور لڑ لڑا کر وہ قصہ تمام کیا۔ بگواہی شہادت کلام اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر کشتی توڑ ڈالنے اور لڑکے کے مار ڈالنے کے مقدمہ میں اعتراض کیا۔ چنانچہ سورہ کہف میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ جسے شوق ہو سولھویں پارہ کے شروع سے ایک رکوع نکال کر دیکھنا شروع کرے۔ حضرت موسیٰ کا ان کے پاس جانا اور دوبارہ تسلیم عہد و پیمان کرنا پھر بایں ہمہ اعتراض ان پر حضرت خضرؑ کا ان باتوں سے بے قصور ہونا سب بخوبی واضح ہو جائے گا۔ اور نیز یہ بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے غلطی کھائی۔ اور بھید بے تبلائے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اب میری یہ عرض ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس آپ نہیں گئے۔ خدا کے بھیجے ہوئے گئے۔ خدا نے ان کے علم اور بزرگی کی ان سے تعریف کی۔ پھر انہوں نے یہ کہہ لیا۔ کہ تم سے میری باتوں پر صبر نہ ہو سکے گا۔ تم میرے ساتھ نہ ہو۔ خود حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اقرار کر لیا۔ کہ میں کچھ تکرار نہ کروں گا۔ بایں نور نبوت کمال عقل ایسا کہ کیسی ہی باریک بات کیوں نہ ہو۔ اسے بھی سمجھ جائیں۔ پھر اس پر بھی حضرت موسےٰ نہ سمجھے۔ سمجھنا تو درکنار یونہی سمجھتے کہ اس میں کچھ بھید ہوگا۔ صبر کرنا چاہیے۔ اور نہ سمجھنے کی بھی نوبت یہاں تک آئی۔ کہ بھید بے تبلائے نہ سمجھے۔ اگر ہم تم ایسے مستان دنیا کم عقل و کم فہم ان قصوں کی حقیقت نہ سمجھیں تو کیا بعید ہے۔ بلکہ لازم یوں ہے کہ نہ سمجھیں ہاں یہ سمجھ کر ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ ان بزرگواروں کا قصور نہیں ان پر اعتراض نہ کریں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہم کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں، اس تقریر سے حضرت امیر معاویہؓ پر بابت قتل محمد بن ابی بکر اگر اعتراض ہے۔ یا بہ نسبت محاربات حضرت امیر کچھ طعن ہے۔ تو وہ بھی مندفع ہو گیا۔ بالجملہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ محاربات بوجہ غلطی واقع ہوئے۔ طرفین سے قصور کسی کا نہ تھا۔ جیسے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دست و گریبان ہوئے۔ اور رہا تھا پانی میں قصور دونوں میں سے کسی کا نہ تھا۔ باقی رہا جملہ حربک حربی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جان بوجھ کر نہ بوجہ غلط فہمی جو تم سے

لڑیگا. تو گویا مجھ سے لڑیگا. یہ نہیں کہ جس طرح سے کوئی تم سے لڑے عمدًا یا خطاءً یا بوجہ غلطی وہ سب میری ہی لڑائی کے برابر ہے. ورنہ آیت[1] ماکان لمؤمن ان یقتل مؤمنًا الا خطاءً. جس کے معنوں سے صاف یہ بات روشن ہے. کہ قتل خطا میں کچھ نہیں غلط ہو جاوے گی. اور یہ بھی نہ سہی اگر مذکور حدیث عام ہے. تو اسی وجہ سے عام ہو گی. کہ ظاہر الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں. مگر جیسے مفہوم حربک کو عام لیتے ہو. تو مفہوم حربی کو بھی عام لیجئے اور یہ ہدایت فہم تقابل ملحوظ رکھئے. یعنی یوں کہئے کہ تم سے عمدًا لڑنا تو مجھ سے عمدًا لڑنے کے برابر ہے. اور تم سے خطاءً لڑنا مجھ سے خطاءً لڑنے کے برابر ہے. مگر ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمدًا لڑنا اور آپ کی جان بوجھ کر تکذیب کرنی بری ہے. غلطی اور بے خبری میں اگر کسی سے یہ حرکت ہو جائے اور بعد علم متنبہ ہو کر شرائط آداب بجا لائے. تو عقل و نقل کی رو سے قابل عتاب نہیں. عقل کی گواہی کی تو کچھ حاجت نہیں. اہل عقل کے نزدیک بدیہی ہے. نقل کی بات پوچھئے. تو کلام اللہ موجود ہے. لفظ بعد ما تبین[2] اور من بعد ما جاءتھم البینات[3] اور لفظ وھم یعلمون سے ظاہر ہے. کہ عتاب اسی وجہ سے ہے. کہ وہ جان کر ایسی حرکتیں کرتے ہیں. بلکہ آیت[4] ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر سے یوں معلوم ہوتا ہے. کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بوجہ بے خبری اگر کچھ خلاف مرضی خداوندی کر جائیں. تو کچھ حرج نہیں. بالجملہ خدا کی مخالفت بوجہ غلطی جب مضر نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بوجہ غلطی بدرجہ اولیٰ مضر نہ ہوگی. پھر حضرت کی مخالفت اگر بوجہ غلطی ہو تو اس کا ذکر کچھ نہیں. اور یہ بھی نہ سہی لفظ حربک عام اور لفظ حربی شیعوں کی زبردستی سے خاص ہے. مگر جیسے حدیث مذکور میں پہلا لفظ عام ہے. آیۃ ومن یقتل مؤمنًا متعمدًا فجزاؤہ جھنم خالدًا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما بھی باعتبار الفاظ عام ہے. باغی. زانی قطاع الطریق اس میں

[1] نہیں لائق ہے مومن کو کہ قتل کرے مومن کو مگر دھوکے سے ہو جائے تو خیر ہے ۱۲

[2] بعد اس کے کہ واضح ہوا

[3] اور بعد اس کے کہ آئیں ان کے پاس دلائل واضحہ ۱۲

[4] اور اگر پیروی کی تو نے ان کی خواہشوں [illegible] کی بعد اس [illegible] تیرے پاس علم آیا. نہ ہوگا خدا کی جانب سے کوئی مالک اور مددگار ۱۲

اس میں سب آ گئے. اب فرمایئے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیوں کو قتل کیا. اور امیر نے سینکڑوں باغیوں کو تہ تیغ کیا. ادھر اب تک یہ آیت سب کی معمول تھی. نہ مجتہدان شیعہ اس سے انکار کر سکیں. نہ علماء اہل سنت. پھر یہ کیا انصاف ہے. کہ ایک حدیث کے بھروسے جس میں کسی قدر ضعف ہی سہی. یہ بھی احتمال ہے. کہ غلط ہو اتنا علی و شدہ ہے. کہ العظمۃ للہ آیت کو نہیں دیکھتے. کہ اس میں شمہ بھی باقی نہیں چھوڑا. تس پر غلطی رواۃ کا احتمال نہیں. پھر اس کے باعث کہاں کہاں اعتراض پڑتا ہے. اور جواب الزامی یہ ہے. کہ حضرت امیر کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حربک حربی فرمایا ہے. تو ازواج مطہرات کے حق میں النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ[2] امھاتھم فرمایا ہے. ادھر سر عام والدین کے حق میں[3] لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا فرمایا ہے. تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج جو ام المؤمنین ہیں. ان کے حق میں تو اس سے بھی زیادہ تاکید ہوگی. اب میری یہ عرض ہے. کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال ایمان میں بھی شک کی گنجائش نہیں جو یوں کہیے. کہ اوروں کی والدہ تھیں. ان کی نہ تھیں پھر کیا ہی احسان تھا. کہ ایسی والدہ کا یوں مقابلہ کرتے. اور اگر یہ خیال ہے. کہ حضرت عائشہ خطا پر تھیں. تو یہ بات کس منہ سے مناسب ہے سنی کہیں. تو کہیں شیعوں کو اس کے کہنے کی گنجائش نہیں. کیونکہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ان کے نزدیک عصمت پر دلالت کرتی ہے. اور پھر یہ آیت دیکھ لیجئے. کس کی شان میں نازل ہوئی ہے. ازواج مطہرات یا حضرت علی کی کلام اللہ موجود ہے. دیکھ لو ازواج کا ذکر ہے. یا حضرت امیر کا. اور اگر حدیث عبا پیش کرو تو اس سے تو صاف یہی بات نکلتی ہے. کہ یہ آیت ان کی شان میں نازل نہیں ہوئی. ورنہ اس دعا کی کیا حاجت تھی. کہ عبا میں پنجتن کو شامل کر کے یہ فرمایا. اللھم ھؤلاء اھل بیتی الخ بالجملہ دعا کرنے سے جیسے دخول پنجتن زمرہ اہل بیت میں معلوم ہوتا ہے. ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے. کہ یہ آیت ان کی شان میں نازل نہیں ہوئی. ہاں اگر یہ دعا قبل نزول آیت ہوتی. تو یہ احتمال تھا. کہ دعا ہی باعث نزول ہوئی. مگر اس میں سنی ہی نہیں. شیعہ بھی اس طرف ہیں. کہ آیت پہلے نازل ہوئی. دعا پیچھے باقی

[1] اور جو قتل کریگا مومن کو قصدًا تو اس کی سزا جہنم ہے. اس میں ابدالآباد رہے گا. اور خداوند تعالیٰ اس پر غصہ فرمائے گا. اور اس پر لعنت بھیجے گا. اور اس پر بہت بڑا عذاب ہے ۱۲

ف مومن عاصی کو خلود فی النار نہ ہوگا. یہاں خالدًا کا لفظ تغلیظًا اور ترہیبًا مذکور ہے. ۱۲ محمد حسین ماکپوری عفی عنہ

[2] نبی بہت نزدیک مستحق ہے. مومنین کے ساتھ اس کی جان سے اور بیبیاں اس کی تمام مومنین کی مائیں ہیں. (۱۲)

[3] نہ پرستش کرو تم سوائے خدا کے. اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو. ۱۲

پنجتن کو پہلے سے اہل بیت فرمایا۔ یہ نہ فرمایا کہ ان کو اہل بیت میں داخل کر دے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اپنے اور بیگانے اپنے نہیں ہو سکتے۔ جو قرابت ہے وہی رہتی ہے۔ کوئی غیر آدمی کی نسبت یہ دعا تو کر نہیں سکتا۔ کہ الٰہی یہ شخص میرا حقیقی بیٹا بن جاوے۔ ہاں جس سے محبت شدید ہوتی ہے۔ اس کو بیٹا خود کہہ دیا کرتے ہیں۔ اگرچہ بیگانہ ہی کیوں نہ ہو لے پالک کو عرف میں بیٹا کہتے ہیں۔ لیکن حقیقی بیٹا ہونا ممکن نہیں۔ اسی طرح جو اہل بیت نہیں ان کا اہل بیت ہو جانا ممکن نہیں جو اس کی دعا کی جاتی۔ کہ الٰہی ان کو اہل بیت حقیقی بنا دے۔ ہاں ان کے ساتھ بھی معاملہ اہل بیت کا سا تھا۔ اس لئے فرمایا۔ کہ الٰہی یہ بھی میرے اہل بیت ہیں۔ تو اپنا وعدہ ان کے ساتھ پورا کر اور اگر یوں کہئے۔ کہ اہل بیت تو پہلے ہی سے تھے۔ پھر دعا کے وقت اس لغت سے ان کو یاد کر لیا تھا۔ سو یہ بات غور سے دیکھئے۔ تو گوشتر سے کم نہیں۔ کیا جناب باری عز اسمہ کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اہل بیت نبوی کون ہیں۔ جو آپ کے بتلانے اور جتلانے کی ضرورت ہوئی۔ جب خداوند کریم نے وعدہ تطہیر کر لیا تھا۔ آپ پورا کرتا۔ پھر دعا کی کیا حاجت تھی بالجملہ بروئے انصاف شیعوں کے جی میں بھی یہی ہوگا۔ کہ آیت تو ازواج مطہرات ہی کی شان میں ہے۔ ہاں جیسا کوئی بادشاہ امیر سے وعدہ کرے کہ تمہارے گھر کے لوگوں کو میں انعام دوں گا۔ اور وہ امیر وقت تقسیم انعام اپنی دختر و داماد و نواسوں کو بھی لیجائے۔ اور یہ کہے کہ آپ نے میرے گھر کے لوگوں کے لئے وعدہ انعام کیا تھا۔ یہ بھی میرے گھر کے لوگ ہیں۔ کچھ اجنبی نہیں تو وہ بادشاہ باوجودیکہ جانتا ہے۔ کہ بیٹی دوسرے گھر کی چاندنا ہے گھر کے لوگوں میں داخل نہیں۔ نواسے اور داماد تو درکنار۔ گھر کے لوگ اگر ہیں۔ تو بی بی ہے۔ چنانچہ اہل بیت کا ترجمہ ہے اہل خانہ یا فرزند وغیرہ جو اس کے گھر رہتے ہیں۔ مگر بوجہ عموم کرم و مزید قدر شناسی امر مذکور ان کو بھی انعام دے تو کچھ بعید نہیں۔ ایسے ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔ کہ پنجتن باوجودیکہ شرف گوناگوں رکھتے ہیں۔ پر اصل سے اہل بیت میں نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ماورائے دیگر انعامہا سے بے پایاں انعام اہل بیت میں بھی شریک ہو گئے۔ چنانچہ قرینہ دعا اس پر عمدہ شاہد ہے۔ اور بہت ہاتھ پاؤں مارے تو یہ بات بن پڑتی ہے۔

از صفحہ ۱۷ لـه ۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے۔ کہ تم میں سے جس یعنی خباثت معاصی ظاہراً اور باطناً دور فرمائے۔ اے اہل بیت تم کو طاہر کرے۔ جیسا کہ حق طہارت کا ہے۔ ۱۲

سے ۔ منکم میں ضمیر جمع مذکر بوجہ لفظ اہل کے ہے۔ جو مضاف بیت کا ہے۔ اور مراد اہل بیت سے بالاصالت ازواج مطہرات ہی ہیں اور ہداستذکیر و تانیث ضمائر بحسب لفظ ہے۔ اگر مرجع لفظاً مذکر ہے۔ تو مذکر اور مؤنث ہے تو مؤنث جیسا کہ ایک مقام میں ملائکہ کی طرف سے حضرت سارہ زوجہ حضرت خلیل عاشق رب جلیل کو خطاب فرمایا کہ رحمت اللہ و برکاتہ علیکم اہل البیت ۱۲ محمد حسین حنفی عنہ

کہ لقب اہل بیت تو اول ہی سے ازواج اور پنجتن دونوں پر شامل ہے۔ پر خطاب خاص ازواج ہی کے ساتھ ہے۔ گو وعدہ مذکور سب کے ساتھ ہو جیسے کوئی بادشاہ اپنے نوکر کو بلا کر یوں کہے۔ کہ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ کل نوکروں کو انعام دیں۔ سو یہ خطاب اسی ایک کے ساتھ ہے۔ پر وعدہ سب نوکروں کے لئے ہے۔ بالجملہ پنجتن کے اہل بیت میں داخل ہونے کی دو صورتیں ہیں ورنہ اصل سے یہ آیت ازواج کے حق میں ہے۔ ان کے خارج اہل بیت ہونے کا کوئی احتمال نہیں۔ اگر ہے تو اہل بیت کے خارج ہونے کا احتمال ہے۔ اگرچہ غلط ہو۔ کیونکہ باتفاق اہل سنت وہ بھی اس فضیلت میں شریک ہیں۔ اول سے تھے۔ یا پیچھے ہو گئے۔ پھر جب یہ آیت مذکور عصمت پر دلالت کرے۔ چنانچہ شیعہ بھی پنجتن کی عصمت اسی سے ثابت کرتے ہیں۔ تو ازواج مطہرات بدرجہ اولیٰ معصوم ہوں گی۔ انہوں نے جو کچھ حضرت امیر کے ساتھ کیا۔ سب بجا ہوگا۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ حضرت امیر[1] نے ان کے ام المومنین ہونے کا لحاظ نہ کیا۔ فرزند کو والدین کی اطاعت چاہئے۔ والدین کو فرزند کی اطاعت کی کچھ حاجت نہیں یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت امیر کے ذمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہوئی کیونکہ وہ حضرت امیر کے حق میں بمنزلہ باپ کے تھے۔ یہ نہ ہوتا تو حضرات ازواج مطہرات ام المومنین کیوں ہوتیں۔ پھر جب حضرت امیر نے باوجودیکہ عقیدہ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث مندرجہ سوال سوم سے واضح ہے۔ اور نیز حال قال شیعہ سے ٹپکا پڑتا ہے۔ زبان سے کہیں یا نہ کہیں باتوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار رکھی۔ کہ بمنزلہ والد تھے۔ تو حضرت عائشہ ان کے حق میں بمنزلہ والدہ تھیں۔ اور پھر والدہ بھی کیسی معصوم کہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی ان کو ضرور تھی۔ سو اب حضرات شیعہ کی خدمت میں عرض یہ ہے۔ کہ اپنے اعتراضات کا جواب تو دندان شکن لے چکے۔ ہمارے ان اعتراضات کا جواب چاہئے۔ باقی رہا یہ قصہ کہ حضرت ام حبیبہ نے گوسفند بھون کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا۔ اور ان کے بھائی کی نسبت کہلا بھیجا اور حضرت عائشہ نے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اول تو یہ قصہ بے سند ہے۔ اور اگر ہو بھی تو اس کا ذکر کرنا اور مباحثہ کو ایسے مضامین سے طول دینا خود جنگ زنانہ ہے۔ صاحبو! مباحثہ ہے۔ کوئی سیاپا نہیں جو حضرات شیعہ عورتوں کی طرح ایسی باتیں گاتے ہیں۔ اس کے جواب میں فقط یہ شعر کافی

---

[1] اور کیسی اطاعت کہ گو بحکم وصیت نبوی خلافت بلا فصل سے ہاتھ دھو بیٹھے دم نہ مارا احکام شرعیہ در زینت و جمعیت

ہے۔ سے الجھنے کو بلا ہیں۔ آپ تو کچھ خبر ہے۔ صاحب! لگایا ہاتھ کس نے آپ کی زلف پریشان کو۔ غرض ایسی باتوں سے دین شیعہ مستحکم نہیں ہوتا۔ حقانیت کی سند ہاتھ نہیں آتی۔ پھر کیا فائدہ جاہلوں کے دل میں دیوانوں کی طرح شک و شبہ ڈالتے ہیں۔

السؤال الثالث: حدیث صحیح میں ہے۔ کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اعطیت فی علی خمس۔ یعنی دی گئیں علیؓ میں پانچ چیزیں۔ قیامت میں ۱ ساقی کوثر ہوں گے۔ دوم ۲ لوائے حمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ فائیں جناب امیر زیر لوائے حمد ہوں گے۔ سوم ۳ پل صراط سے کوئی نہ گزرے گا۔ مگر وہ شخص کہ جس کے ہاتھ میں تحریر علی بن ابی طالب ہوگی۔ ۴ چوتھے جناب امیر قسیم جنت و نار ہوں گے۔ کہ روز قیامت خود دوزخ کہے گی۔ ھذا الی ھذا لک یا علی۔ یہ میرا ہے مجھے دو اور یہ تمہارا ہے۔ اسے تم لو۔ یعنی دوست کو تم لو۔ اور دشمن کو مجھے دو۔ پانچویں جب خدا حساب خلق میں مشغول ہوگا۔ اس وقت جناب علی پیش خداوند جبار تعالیٰ حاضر رہیں گے۔ کما ہو فی صواعق محرقہ صفحہ ۵۹۔

الجواب الثالث! اس سوال سے کچھ معلوم نہ ہوا کہ غرض سائل کیا ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ افضلیت حضرت رابع الخلفاء سید آل عبا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مد نظر ہے۔ بایں وجہ در پردہ خلفائے ثلثہ کے عدم استحقاق کا منظر ہے۔ سو اس کا جواب اول تو یہ ہے۔ کہ حدیث مسطور سنیوں کے نزدیک احادیث معتبرہ میں سے نہیں۔ نہ صحاح ستہ میں ہے۔ نہ مشکوٰۃ میں۔ نہ اور کسی حدیث کی کتاب میں۔ باقی صواعق محرقہ اول تو کتاب حدیث کی نہیں۔ رد روافض میں ایک کتاب ہے۔ اور اگر فرض کیجئے اس میں کسی حدیث کا ہونا بھی سنیوں کے الزام کھانے کو زمائی تو ویسا ہی ہے۔ جیسے حدیث کی کتابوں میں سے کسی حدیث کا ہونا۔ تو پھر کیا اہل سنت و جماعت اپنی کتابوں میں صحیح اور ضعیف معتبر اور غیر معتبر ہر قسم کی حدیثیں لکھتے ہیں۔ مگر اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مصنف کتاب کہ التزام کرے کہ اپنی کتاب میں صحیح حدیث کے سوا اور کسی قسم کی حدیث بیان نہ کرے۔ جیسے بخاری شریف اور صحیح مسلم وغیرہ۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے نسخہ طبیب کہ اس میں جو ہے۔ بیمار کے لئے مفید ہے۔ اور ایک یہ صورت کہ صحیح اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں لاتے ہیں، پر صحیح کو جدا بتلاتے ہیں۔ اور ضعیف کو جدا۔ ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ جیسے ترمذی شریف۔ کہ اس میں کسی حدیث کو

بقیہ نوٹ متعلقہ ۱ کلام اللہ میں تنا بڑا الٹ پھیر سرا سر ملایا، پر یہاں رٹے کما کھڑے ہوئے بانی تفسیر چکے لئے تار ڈالا ۱۲)

لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کسی کو ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اکثر کُتُبِ طب میں اَدْوِیَہ مفردہ مُرَکّبہ نافع مضر سب لکھتے ہیں پر اس کے ساتھ یہ لکھ دیتے ہیں کہ یہ دوا غذا نافع ہے اور یہ دوا مُضِر۔ سو کُتُبِ طب میں دیکھ کر نادان بھی نہیں کہتا کہ فلاں دوا یا غذا طِب کی کتاب میں ہے۔ آؤ استعمال کریں۔ ایسے ہی احادیث ضعیفہ کو کُتُبِ احادیث میں دیکھ کر کارِ استدلال میں استعمال بھی کسی عاقل کو نہیں آسکتا ہے۔ تیسری یہ صورت ہے کہ مُصنِّف کتاب اپنی کتاب میں موضوعات یا احادیث ضعیفہ جمع کرے۔ اور غرض اس التزام سے یہ ہو کہ دینداران ساڈلوح ان احادیث کو غیر معتبر سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنے سے باز رہینگے یہ کتاب ایسی ہے جیسے طبیب پرہیز کی چیزوں کی تفصیل لکھ کر حوالہ کر دے تاکہ کل کے دن کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ موضوعات ابن جوزیؒ وغیرہ سب اس قسم کی ہیں۔ سو ایسی کتابوں سے سُنّیوں کے الزام کے لئے کوئی حدیث نقل کی جائے، تو بڑی شوخ چشمی ہے۔

چوتھی یہ صورت ہے کہ بطور بیاض کسی نے ایک مجموعہ اکٹھا کیا اور رطب و یابس سب اس میں بھرے تاکہ وقت فرصت کے تحقیق کر کے صحیح کو رہنے دوں گا اور ضعیف کو نکال ڈالوں گا۔ اور پھر اتفاق سے یہ اتفاق نہ ہُوا یا ہُوا تو وُہ اصل مُسَوَّدَہ بیاض کسی کے ہاتھ لگ گیا۔ اس صورت میں بھی عاقل کا یہ کام نہیں کہ اس سے استدلال کرے۔ اکثر غیر مشہور کتابیں حدیث کی اسی قسم کی ہیں۔ سو غیر مشہور کتابوں سے حدیثوں کا بیان کہ ناجب تک مفید مطلب نہیں کہ کسی محقق نے اس کی تصحیح نہ کی ہو چنانچہ ظاہر ہے کہ سوائے اس محدث کے کسی محقق اہلِ سُنّت و جماعت نے آج تک تصحیح نہیں کی جو حضرات شیعہ کو گنجائش استدلال ہو۔ اور ان سب کو جانے دیجئے یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے خلفائے ثلثہ پر افضلیت لازم نہیں آتی۔ جیسے فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہے، اس سے زیادہ فضیلتیں خلفائے ثلثہ میں موجود ہیں۔ کتابیں معتبر بھری ہوئی ہیں لکھنے کی کوئی حاجت نہیں۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں سوائے خدا کسی کو دوست و خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل سمجھتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی کی اس فضیلت سے جو حدیث مذکور سے مستنبط ہے۔ یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وُہ سب سے افضل ہیں ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت مذکور سے ان کی فضیلت سب سے واضح ہے۔ اور اس کو بھی جانے

دیجئے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ حدیث مذکورہ اگر صحیح ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے یا نہ ہوں گے۔ اگر آپؐ سے بھی افضل ہوں گے تو ہمیں کچھ شکایت نہیں مگر جیسے باوجود افضلیت حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکومت نہ دی۔ اپنے ہی تصرف میں رکھی۔ ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق نے بھی کیا۔ اتنا فرق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اتباع نبوی کیا کہ حق بحقدار نہ پہنچایا اسی وجہ سے مصیب بہ ثواب بھی ہونگے انشاءاللہ تعالیٰ کیونکہ اتباعِ سُنّت تو بہرحال موجبِ ثواب ہوتا ہے۔ شیعہ بھی اس کے قائل ہیں اور سُنّی بھی۔ اور اگر باوجود ان فضائل کے حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ فضائل ہیں تو کیا ہؤا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی فضائل ہوں گے۔ یا ان فضائل کے مقابل میں اور فضائل ہوں گے۔ تو سُنّیوں کی بھی یہی گذارش ہے کہ ابوبکر صدیقؓ میں بھی یہ فضائل ہونگے یا ان کے مقابل اور فضائل ہوں گے بالجملہ بدستاویز حدیث مذکورہ اگر حضرت امیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق سے افضل تھے تو اسی حدیث کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل تھے کیونکہ یہ فضائل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس حدیث کے موافق نصیب نہیں ہوئے۔ اور وہ بھی حضرات شیعہ کے طور پر۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق سے فضیلت تو اُن کو اسی وجہ سے ثابت ہوگی کہ اس حدیث کے سباق سے حضرت امیر کا اختصاص ان اوصاف کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب بوجہ اختصاص ایک سے افضل ہوئے ایسے ہی سارے جہان سے افضل ہوں گے اس میں سید الانبیاء ہوں یا سید الصدیقین۔ اس صورت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت کے دبا لینے کیلئے حجت کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے باوجود افضلیت حضرت امیر کے ان کو حکومت نہ دی۔ آپ ہی قابض ومتصرف رہے، مجھ کو لازم ہے کہ میں اسی طرح حضرت امیرؓ کو حکومت نہ دوں تاکہ حق میں نہ دینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہاتھ سے نہ جائے۔ علاوہ بریں وقتِ وفات امامِ مسجد کیا تو ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کو کیا جس سے ہر خاص و

ؐ غور کا مقام ہے کہ حضرات شیعہ کس زور سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ پر الجھتے ہیں۔ اور ذرا بھی غور نہیں فرماتے کہ اول تو لفظ مولیٰ میں کیا کیا تاویلیں جھیلنے پڑیں گی جس سے سُنّیوں کے دھکوں سے چھٹکارا نہیں اور یہ ہی سہی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لفظ مَولیٰ سے خلیفہ اور اپنی جانشینی کے لئے حکم فرمایا تو صرف کہنا ہی کہنا ہؤا۔ یہاں تو کہنا کیسا کر کے دِکھلا دیا اور مسندِ امامت پر بٹھلا ہی دیا۔ اگر کہیں ایسا واقعہ حضرت امیر کی شان میں وقوع میں آتا تو زمین پر پاؤں نہ رکھتے ۱۲ محمد حسین مانکپوری عفی عنہ

عام نے بھی سمجھا کہ جو دین کا پیشوا ہے وہی دنیا کا یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے پیشوا تھے۔ اور امام نماز بھی تھے اور اِس لئے دُنیا کے بھی امام یعنی حاکم تھے۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر صدیق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا امام بنایا جو سب دینِ اسلام کی باتوں میں افضل تھے۔ لاریب دین میں یہ سب سے زیادہ ہوں گے سو اُن کو دنیا کا بھی امام بنانا چاہیئے۔ علیٰ ہٰذا القیاس خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں بھی یہی آیا ہو کہ جب مجھے دین کا امام بنایا، دنیا کا بھی میں ہی امام ہوں۔ لیکن حضرات شیعہ اس کا کیا جواب دیں گے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت امیر کا حق نہ دیا آپ دبا رکھا۔ پھر وقتِ وفات بھی کیا تو وُہ کیا جس سے سب خاص وعام اُلٹا سمجھ گئے تو آپ نے کِس کی پیروی کی۔ خدا کا حُکم تو یہی ہے کہ حاکم ہو تو افضل ہو ورنہ پھر شیعوں کو سنیوں پہ کیا اعتراض رہے گا۔ اس صورت میں لازم یوں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکم حضرت امیر کو بناتے آپ محکوم بنتے۔ اِسے بھی جانے دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بَشَر تھے کچھ خوف ہؤا ہوگا۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نعوذ باللہ ڈر گئے ہوں گے خود خداوند کریم باایں ہمہ دعوٰے عدل و انصاف جن کے معنے شیعوں کے نزدیک یہ ہیں کہ خدا کے ذِمّہ عدل واجب ہے۔ خلافِ انصاف وہ کوئی بات نہیں کر سکتا حضرت امیر کا حامی وطرفدار کیوں نہ ہؤا یا یوں کہیئے کہ خدا کے ذمّہ حق کا پہنچانا واجب نہیں تب تو سُنّیوں کا مذہب برحق نکلا کہ خدا کے ذمّہ عدل واجب نہیں اس کو اختیار ہے جو چاہے سو کرے چنانچہ خود فرماتا ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ اور کیونکر اختیار نہ ہو وہ سب کا مالک ہے ظلم تو جب ہو سکے جب کسی غیر کی چیز میں بے موقع تصرف کرے اگر کوئی شخص اپنی سلطنت یا خزانہ یا کوئی چیز کسی کمتر کو ہبہ کر دے اور افضل کو ہبہ نہ کرے تو اس کو کوئی نادان بھی ظلم نہیں کہہ سکتا۔ یا یوں کہو کہ خدا پہ عدل تو واجب ہے پر انصاف یہی تھا کہ حضرت ابوبکر خلیفہ ہوں کیونکہ وہ سب سے افضل تھے۔ اہلِ سُنّت ہی پالے جیتے رہے۔ یا یوں کہو کہ عدل

ؐ بعد تہدید پر تشدید کے اور دلائل فصیح بلیغ کے فرماتا ہو لا یُسْئَلُ الخ یعنی خدا پاک کے کل افعال محمود و عدالت آمود ہیں وہ مالک مختار اپنی مخلوقات گوناگوں کا ہے کسی کو مجال دَم مارنے کی نہیں ہے اور اگر محمود و عدل نہ ہوں تو قبیح و مذموم توبہ توبہ ہوں گے پھر تو رد و قدح اور سوال وجواب کا دروازہ بند ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ ممانعت کہ کوئی اس سے سوال نہیں کر سکتا چہ معنی غرضیکہ جو کچھ وُہ کرے وہ سب بجا و درست ہے ؎ ما پروریم دشمن و ما می کشیم دوست ٭ کس را مجال نیست کہ چون و چرا کند ۱۲

عدل بھی واجب تھا اور حق بھی حضرت علیؓ کا تھا۔ پر نعوذ باللہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے خدا کی بھی نہ چلی۔ زبردستی یہ دونوں حضرت علی کا حق دبا بیٹھے۔ تو بھی سُنّیوں کا ہی بول بالا رہا جن کے ایسے پیشوا کہ نعوذ باللہ خدا کی بھی جن کے سامنے نہ چلی۔ ان کو حضرت علی کی پیروی کی کیا پروا اور اُن کی ناخوشی کا کیا اندیشہ۔ حضرات شیعہ یا تو ان باتوں کا معقول جواب دیں ورنہ فکرِ آخرت کریں اور توبہ کریں۔ ان سب صاحبوں کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اس طرح کے کلمات زبان پر لانے سے واللہ جی ڈرتا ہے۔ خدا کی شان کے نزدیک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا چیز ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو افضل مخلوقات ہیں اور محبوب ذات پاک' ایک بندہ ہیں ایک ذرّے کے ہلانے کی طاقت نہیں رکھتے پر کیا کیجئے نقل کفر کفر نہ باشد حضرات شیعہ کی خرافات کو بناچاری نقل کرنا پڑا۔

السوال الرابع امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ شراب کا پینا جائز نہیں مگر بہ نیّتِ تقویٰ پی لے تو مضائقہ نہیں پینا اس کا کما ہو فی شرح الوقایہ خداوندِ دانا قرآن میں فرماتا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ یعنی حرام کی گئیں تم پر مائیں تمہاری اور بیٹیاں تمہاری اور امام شافعیؒ ازلِ حرام کی بیٹی کو باپ پر حلال کہتا ہے کما ہو فی شوکۃ العمریۃ للفاضل الرشید

الجوابُ الرابع امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اول تو ہمارے نزدیک ایسے امام نہیں جن کی بات خدا و رسول کی بات کے برابر ہو ایک مجتہد ہیں اگر ان کی بات ایسی بھی ہو جس پر اعتراض کی گنجائش ہو تو کیا ہوا۔ ہمارے نزدیک مجتہد سے خطا ممکن ہے پھر وہ بھی فروع میں اور فروع میں ایسی بات جو خواہ نخواہ ظاہر نہیں۔ مگر ستم تو یہ ہے کہ حضرات شیعہ اماموں سے جن کی عصمت کے مثلِ انبیاء قائل ہیں ایسی روایتیں کرتے ہیں جو صاف کلام اللہ کے مخالف ہیں ارشاد میں جو تصنیف علامہ حلّی ہے موجود ہے کہ اپنی باندی کو دوسرے پر حلال کردے تو اس کو اس سے صحبت جائز ہے پھر باندیوں میں بھی کسی کی تخصیص نہیں جس سے اس کی ولاد ہو اس کا حلال کر دینا بھی جائز ہے اور غیروں کو عاریت دے دینا تو درکنار شیعوں کے نزدیک وقف کرنا بھی جائز ہے بلکہ ابن بابویہ قمی حضرت امام مہدی کے نام سے ایک رقعہ ایسا روایت کرتا ہے کہ جس کے سننے سے مسلمانوں کا بدن کانپتا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ مہمانوں اور دوستوں کے لئے باندیوں اور حرموں کی شرمگاہ کی عاریت دینے میں بڑا ثواب ہے۔ اور عمدہ عبادات میں سے ہے۔ ادھر مُتعہ کا آوازہ اور اس کے فضائل کا طور تو تم نے بھی سنا ہوگا

یہی وجہ ہے کہ سیکڑوں سُنّی شیعہ ہوئے جاتے ہیں اور کیونکر نہ ہوں جیتے جی یہ مزا اور مرنے کے بعد حضرات ائمہ کا مرتبہ نصیب ہو۔ قطراتِ غسل سے فرشتے پیدا ہوں الیسا دین اور الیسا ایمان قسمت سے ملتا ہے اعتبار نہ ہو تو تفسیر میر فتح اللہ شیرازی میں اس آیت کی تفسیر میں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً دیکھ لیں۔ میں تو کچھ بھی نہیں لکھا انہوں نے وہ فضائل نقل کئے ہیں کہ جن کے سننے سے بعد رمضان کی طرف سے دل ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بلکہ کوئی عبادت متعہ کے سامنے آنکھوں کے سامنے نہیں جچتی۔ غرض ایسی ایسی لذتوں کی بدولت اس مذہب کو رونق ہوئی ورنہ جہاد اور ائمہ تو معلوم جس سے یہ فروغ ہوتا اور کہہ سکتے ہیں کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادوں سے اسلام کو فروغ ہوا۔ اماموں کے اجتہادوں سے مذہب شیعہ کو فروغ ہوا۔ لیکن با ایں ہمہ صاف کلام اللہ کے مخالف۔ سورۂ مؤمنون اور سورۂ معارج میں دیکھئے یوں فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ بی بی اور باندی کے سوا اور کسی سے صحبت کریں تو وہ لوگ حد سے نکل جانے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ متعہ کی عورت نہ بی بی ہے نہ باندی تو اس لئے نہیں کہ بشہادتِ آیت فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ نکاح چار سے زیادہ جائز نہیں اور متعہ میں شیعوں کے نزدیک قید نہیں اور لفظ نکاح سے زوجیت ثابت نہیں ہوتی۔ تو اس ہٹ دھرمی کا یہ علاج ہے کہ سورۂ نساء کے دوسرے رکوع میں فرماتے ہیں وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اور لَهُنَّ کی ضمیر اَزْوَاجُكُمْ کی طرف راجع ہے جو پہلے مذکور ہے اور سب جانتے ہیں کہ اَزْوَاج بی بیوں کو کہتے ہیں۔ غرض جو لفظ اَزْوَاج سورۂ مؤمنون اور سورۂ معارج میں ہے وہی سورۂ نساء میں ہے کہ ازواج کی نسبت درصورتیکہ اولاد نہو ربع ¼ اور اولاد ہو تو ثُمن ⅛ فرماتے ہیں۔ سو متعہ کی عورت اگر ازواج میں داخل ہوتی تو ان کو میراث

ملتی جیسی عورت سے تم بسبب عقد نکاح کے فائدہ و حظ اٹھا چکے تو تم اسے اس کا مہر مقررہ دیدو ۱۲ اس سے پہلے اللہ پاک نے مؤمنین کاملین کی فلاح دارین کا وعدہ فرما کر ان کی علامات و حالات ارشاد فرماتا ہے کہ وہی لوگ نماز تہ دل سے اور نہایت عجز و نیاز سے ادا کرتے ہیں اور وہی لوگ حرکات و سکنات اور افعال و اقوال بیہودہ و لچر و لغو سے بچتے ہیں۔ اور وہی لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی لوگ شرمگاہوں کو ارتکاب حرام سے محفوظ رکھتے ہیں۔ پھر مباشرت حلال کس تصریح سے واضح فرماتا ہے کہ مگر ہاں اپنی منکوحہ بی بیوں اور مشتری لونڈیوں سے مباشرت کرتے ہیں کوئی وجہ ملامت نہیں۔ پھر علاوہ اس کے کل صورتوں کو حرام فرما کر تنبیہ یوں فرماتا ہے فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ یعنی جو لوگ اس کے سوا اور صورت عیاشی ڈھونڈتے ہیں وہ لوگ خدا پاک کی حدودِ شرعیہ سے باہر نکل جانے والے ہیں ۱۲

بقدر مذکر ملتی حالانکہ باتفاقِ شیعہ متعہ کی عورت وارث نہیں ہوتی علیٰ ہٰذا القیاس اور احکام مثل عدت اور طلاق اور عدل وغیرہ کو جو بہ نسبت ازواج کلام اللہ میں مذکور ہیں متعہ کی عورت کی نسبت تجویز نہیں کرتے۔ اگر اندیشۂ تطویل نہ ہوتا تو میں سب کو بتلاتا۔ مگر یوں سمجھ کر کہ کلام اللہ موجود ہے پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے اس پر اکتفاء کی جاتی ہے۔ بالجملہ زنِ متعہ داخلِ ازواج تو نہیں چنانچہ خود شیعہ بھی اپنی کتابوں میں زنِ متعہ کو ازواج میں شمار نہیں کرتے۔ باقی رہا باندھی ہونا اس کے ابطال کی کچھ حاجت نہیں۔ خود ظاہر ہے۔ کون کہہ دے گا کہ زنِ متعہ باندھی ہے ورنہ بیع وشراء و عتق و ہبہ وغیرہ سب احکام جاری ہوتے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ زنِ متعہ نہ زوجہ ہے نہ باندھی تو متعہ کرنے والے من جملہ فاولٰئک ھم العادون ہوئے یا نہیں ؟ یعنی من جملہ ظالمین بمعنی عادین ہے۔ اب غور فرمائیے کہ یہ مسئلہ باتفاقِ شیعہ منجملہ عبادات ہے سبحان اللہ سُنیوں پر ان باتوں پہ طعن جو اُن کے یہاں اگر ہیں تو منجملہ مباحات ہیں نہ عبادت پھر وہ بھی اختلافی نہ اتفاقی۔ اور وہ بھی اجتہادی نہ بحوالۂ نصوصِ قرآنی یا نصوصِ احادیث پھر ان میں بھی کوئی بات خلافِ عقل و نقل نہیں دونوں اس کے مؤید ہو سکتے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہُوا جاتا ہے اور اپنی خبر نہیں لیتے کہ صریح زنا مخالفِ قرآن شریف پھر اُس کو یہ بھی کہ مباح کہہ کر چُپ ہو رہیں، بروایاتِ ائمہ اس کے فضائل بھی بیان کریں پھر فضائل بھی ایسے ویسے نہیں، انسان گرفتارِ ہوا و ہوس تو درکنار فرشتہ بھی ہو تو ان فضائل کو سُن کر لوٹ جائے اور متعہ کرنے کو تیار ہو آدمی دوسرے پہ طعن کرے تو اپنی تو خبر لے لے۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لے کر آج تک اس فحش صریح کا یہ اہتمام کسی مذہب اور کسی ملت اور کسی دین میں نہ ہُوا ہو گا۔ پھر اس پر طرّہ یہ ہے کہ بعض روایتوں سے تو اجازت عام معلوم ہوتی ہے کنواریاں اور رانڈیں ہی نہیں خاوند والیاں بھی اس عیش و نشاط سے اپنا جی ٹھنڈا کر لیں پھر وہ بھی ایک ہی نہیں دس پانچ مردوں سے اختیار ہے۔ چنانچہ علی بن احمد ہیتی جو شیعوں میں جلیل القدر عالم تھے اِس پر فتوٰی دے مرے کہ متعہ دورویہ یعنی یہ کہ ایک عورت کئی مردوں سے متعہ کر لے جائز ہے۔ اور وہ کیا اور بھی کئی عالم بڑے بڑے ان کے ہمزبان ہیں علیٰ ہٰذا القیاس اصح علماء شیعہ کے نزدیک یہی ہے کہ خاوند والیوں کو متعہ بھی جائز ہے اور اگر یہ بات شیعانِ زمانہ بر بنائے نقل بالفرض تسلیم نہ کریں تو بر دئے عقل تسلیم بھی ہے اگر مجتہدینِ اوّلین کے خیال میں اس قسم کے متعہ کی اباحت نہیں آئی تو مجتہد العصر کو تجدیدِ دین فرمانی چاہیئے۔ وجہِ اباحت اگر ذہن میں نہ آئی ہو تو یہ ہیچ مدان عرض پرداز ہے اور شکرانۂ احسان ضرور ہے نکاح میں جو عورت کیلئے تعدادِ ازواج جائز نہیں تو یہ وجہ ہے کہ نکاح از قسم معاملات ہے بیع و شراء کی طرح جس سے معاملہ ہو گیا منجملہ عبادات نہیں جو ثواب کی

امید ہو اور تائیدِ ثواب کے لئے دس پانچ سے کیا جائے اور ترویجِ دین کیلئے خاوند والیوں کو اجازت دی جائے۔ ہاں بحمد اللہ نعوذ باللہ متعہ میں ماشاء اللہ (نعوذ باللہ) یہ فضائل ہیں کہ نہ پوچھئے۔ ایک متعہ میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا مرتبہ دُوسرے میں حضرت سبطِ اکبر علیہ السلام کا مرتبہ۔ تیسرے میں حضرت امیرؑ کا چوتھے میں خود مقام سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتا ہے اور غور کیجئے تو بتیاس تمّا پانچویں متعہ میں خدا کی اُمید۔ گو وعدہ نہ سہی۔ پھر قطراتِ غسل سے ملائکہ کا تولّد ہونا کس قدر موجبِ برکات ہو گا۔ وُہ ملائکہ اس احسان کے بدلے کیا کیا کچھ عرق ریزیاں دعا و استغفار میں کریں گے۔ اور ان کی تسبیحات کا ثواب بے پایاں کیسے حلوائے بے دود کی طرح مفت ہاتھ آئے گا۔ سند مطلوب ہے تو تفسیر میر فتح اللہ شیرازی ملاحظہ فرمائیں۔ الغرض یہ فضائلِ مُتعہ اس بات کو مقتضی ہیں کہ جس قدر ہو سکے دریغ نہ کیجئے۔ عورت کی طرف دیکھئے تو اُس کے حق میں متعہ کرنا مردوں کے حق میں بڑی فیض رسانی ہے اگر وُہ نہ کریں تو مردوں کو یہ فضائل کیونکر میسّر آئیں علیٰ ہٰذا القیاس مردوں کی طرف دیکھئے تو اُن کا متعہ کرنا عورتوں کیلئے فیض کا کام ہے سو اِس فیض کو طرفین میں عام رکھنا چاہیئے اور نکاح پر قیاس نہ فرمائیں کیونکہ وہاں مقصود بالذات توالد و تناسُل ہوتا ہے تحصیلِ فضائل نہیں ہوتا۔ نکاح کی عورت بمنزلۂ زمینِ زراعت ہوتی ہے چنانچہ خداوند بھی ارشاد فرماتا ہے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ[1] سو اس زمین میں اگر دس پانچ کا اشتراک ہو گا تو اُس کی پیداوار یعنی اولاد بھی مشترک ہو گی بایں نظر کہ مقصود بالذات اس زمین سے جسے بی بی کہیے یہ پیداوار ہے جسے اولاد کہتے ہیں جیسے زمینِ اصلی سے اس کی پیداوار مقصود ہوتی ہے یہاں بھی ہر کوئی اس پیداوار کا خواہاں ہو گا۔ اور نیز خواہشِ طبعی تو لدّ اولاد بھی اسی کو مقتضی ہے پھر بوجہ محبّت طبعی یہ نہیں ہو سکتا اِسے لیجئے اُس کو نہ دیجئے جو سب میں یوں تقسیم ہو جائے۔ درصورتِ تعدُّدِ اولاد ایک بچّہ ایک لے لے اور دوسرا بچّہ دوسرا لے۔ اور نہ یہ ہو سکے کہ ہر ہر بچہ کو کاٹ کر گوشت تقسیم کر لیں جیسے درصورتیکہ ایک ہی بچّہ ہو صورت تقسیم بھی نظر آتی ہے اس لئے چار ناچار نکاح میں مردوں کا تعدّد تو ممکن نہ ہُوا ہاں عورتوں کے تعدّد میں کچھ خرابی نہ تھی۔ پر متعہ میں مقصود بالذات اولاد ہوتی ہی نہیں بلکہ قضائے حاجت اور تحصیلِ ثواب یا دوسرے کی حاجت کا روا کر دینا اور ثواب کا کام کرا دینا بلکہ بعض صورتوں میں تحصیلِ اولاد ممکن نہیں۔ جیسے ایک ایک دو دو شب کے لئے کوئی عورت روز متعہ کرتی رہے۔ ایسی صورت میں اوّل تو بوجہ کثرتِ مجامعت جیسے رنڈیوں کے اولاد نہیں ہوتی، اولاد کیوں ہو گی اور اگر ہو گی بھی تو سبھی کی ہو گی۔ کسی ایک کی کیونکر کہہ دیجئے جو اُس کے حوالے کر دیجئے۔ پھر اولاد مقصود نہ ہوئی تو وہی قضائے حاجت

[1] تمہاری بی بیاں تمہارے کھیتیاں ہیں ۱۲

وتحصیلِ ثواب یا دوسرے کی حاجت روائی اور تائید کا ثواب باقی رہا۔ سو اس کی ممانعت قرینِ عقل ونقل ہرگز نہیں۔ فیض اور ثواب کا کام جس قدر ہو سکے غنیمت ہے ایک سے کرنے میں ایک فیض اور ایک ثواب ہوگا اور دو سے اور دس پانچ سے کرنے میں زیادہ فیض اور زیادہ ثواب ہوگا۔ علیٰ ہٰذا القیاس خاوند بیوی کو اور اُن کے خاوندوں کے حق میں متعہ میں مضرت مفقود اور منفعت موجود ہے۔ عورت کے حق میں اپنی قضائے حاجت جُدی' دوسرے کی حاجت روائی جُدی' اپنا ثواب جُدا دوسرے کے شریک ثواب ہونا جُدا۔ پھر خاوند کے لئے بے محنت بچوں کی امید بے بوئے جوتے کھیتی پکی پکائی ہاتھ آئے اس سے زیادہ اور کیا نفع ہوگا۔ غرض جو وجہ ممانعت تھی تعدد ازواج عورت کے حق میں نکاح میں یہاں اصلاً نہیں۔ پھر تجدید دین کو کیوں ہاتھ سے دیجئے اور کاہے کو اِس فوائدِ فیض سے احتراز کیجئے۔ بالجملہ اپنے بالجملہ اپنے گھر کا تو یہ حال۔ پھر شیعہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ رحمہا اللہ پر طعن کریں تو یہ کریں کہ ایک نے شراب کو حلال بنایا اور دوسرے نے اولادِ زنا کو حلال کیا ہے۔ صاحبو! اگر امام ابوحنیفہؒ نے شراب کو حلال کہا ہے تو مطلق شراب کو حلال نہیں کہا ہے۔ حالتِ اضطرار میں حلال کہا ہے جس میں خود خداوند کریم نے مُردار وغیرہ کو محرمات میں سے حلال کہا ہے اعتبار نہ آئے تو سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع کو آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ[۱] سے لے کر فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[۲] تک تلاوت فرمائیں آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ سے اگر مُردار وغیرہ محرمات کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے تو آیت فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[۳] سے انہیں محرمات کا حالتِ اضطرار میں جواز معلوم ہو جائیگا۔ سو حضرات شیعہ بھی انصاف فرمائیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے ایسے وقت میں اگر شراب کو حلال فرمایا تو خدا ہی کے اشاروں پر چلے کچھ خدا کی مخالفت تو نہیں کی جو اِس قدر رنج وملال ہے مگر ہاں شاید حضرات روافض کو جناب احکم الحاکمین پر اگر اعتراض کرنا ہو تو اب کریں۔ خیر اگر یہ ہے تو ہمیں بھی شکایت نہیں اور جواب کی حاجت نہیں اس وقت فقط یہ شعر کافی ہے ؎ شادم کہ از رقیبانِ دامن کشاں گذشتی ؛ گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

با ایں ہمہ امام ہمامؒ نے اگر کہا ہے تو بوقتِ مذکور حلال کہا ہے۔ فرض وواجب وسُنّت ومستحب تو نہیں کہا جائز ہی فرمایا ہے' مستوجبِ حصولِ درجاتِ ائمۂ اطہار وسیّدِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین تو نہیں فرمایا۔ متعہ کے برابر کر دیتے تو جائے اعتراض تھی کہ ایسی ناپاک چیز کو ایسے پاک کام کے برابر کر دیا

۱؎ حرام کیا گیا تم پر مُردار ۲؎ پس بے شک اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے ۳؎ پس جو کوئی مارے بھوک کے مرنے لگے۔ تو مرتا کیا نہ کرتا۔ محرمات مذکورہ کا ارتکاب واستعمال اس کو جائز ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ ارتکاب و استعمال اپنی نفسانی خواہشوں کی وجہ سے نہ ہو اور ... کی آڑ میں شکار نہ کھیلتا ہو تو بیشک اللہ پاک غفور و رحیم ہے۔[۱۲] ...

فقط جواز پر تو اس قدر ترشرو ہونا مناسب نہ تھا۔ امام شافعیؒ انہوں نے اگر اولاد الزنا کا نکاح جائز فرمایا تو بدیں نظر فرمایا کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ میراث کا نہ ملنا خود اس کی دلیل ہے پھر جو حُرمت نسب نہ ہوئی تو مصاہرت ثابت کیوں ہوگی۔ اور میں جانتا ہوں کہ انہوں نے کچھ بے جا نہیں کہا قطع نظر اِس کے کہ نسب جیسی نعمت جس کے نعمت ہونے پر اِدھر وجدان دوسری آیت قرآن واقعہ سورۂ فرقان' وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا[۱] دو شاہدِ عدل گواہ ہیں ایسے فعلِ قبیح سے جسے زنا کہتے ہیں کیونکر ثابت ہو ورنہ زنا بھی منجملہ انعامات ہو محرمات نہ ہو متعہ کو دیکھا کہ باوجود کثرتِ فضائل و وفورِ محامد وعظمتِ ثواب مُثبتِ نَسَب نہیں چنانچہ اولادِ مُتعہ کو میراث نہیں پہنچتی۔ پھر جب شیعوں کے نزدیک متعہ مُثبتِ نَسَب نہ ہوا تو امام شافعیؒ اس پر قیاس کر کے زنا کو مُثبتِ نَسَب نہ سمجھے تو خفا ہونے کی بات نہیں۔ شیعوں کو آفرین وتحسین کرنی چاہئے۔ ہاں یہ شکایت ہو تو بجا ہے کہ زنا متعہ کے ساتھ زنا مشہور کو اتنی برابری میں بھی بے ادبی ہے۔ زنا متعہ کُجا، زنا مشہور کُجا، پھر زنا معلوم کو ایسی زنا کے ساتھ کہ جو عبادت ہو اتنا بھی مشابہ نہ کرنا چاہئے۔ اگر یہ شکایت ہے اور یہ اعتراض' تو اس کا جواب اہلِ سُنّت کے پاس نہیں اور ہے تو یہ ہے مصرع جوابِ جاہلاں باشد خموشی ؛

لیکن شیعہ انصاف کریں تو جائے شکایت نہیں۔ ہاں زنا مشہور کو فضائل میں زنا متعہ کے برابر کر دیتے تو بے جا تھا۔ اب کیا ہے ابھی زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور اِن سب باتوں کو جانے دیجئے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سنیوں کے نزدیک شیعوں کے سے امام نہیں جو اُن کی غلطی سے سنیوں کا کوئی رکن مذہب ڈھ جائے۔ علاوہ بریں مسائل مذکورہ کچھ اصولِ احکام مذہب اہلِ سُنّت اور مسائل متفق علیہ نہیں۔ پھر اُن کی حِلت وحرمت ایسی زبان زدِ عام وخاص نہیں۔ ہاں متعہ ائمۂ شیعہ کی روایت سے ثابت ہے جن کی طرف بطورِ شیعہ احتمالِ خطا ممکن نہیں۔ پھر مسائل متفق علیہا اور اصولِ مذہب میں سے اگر کوئی اس مسئلہ کو نہ مانے تو وہ شیعہ نہیں۔ تس پر اُس کی حلت ایسی واضح کہ کسی پر مخفی نہیں۔

اب لازم یوں ہے کہ ہمارے اس اعتراض کا جواب دیجئے۔ ورنہ شرطِ انصاف نہیں کہ دوسروں پر ہنسنا اور اپنے آپ آئیں تماشا ئیں بتلائیں۔ باقی فروع کو اسی پر قیاس کیجئے ع قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا ؛

رہا اصول کی کچھ نہ پوچھئے ائمہ کو ان کے اعتقاد کے موافق علم ازل وابد اور اپنی موت وحیات کا اختیار جس کے بطلان پر بیسیوں آیتیں کلام اللہ کی گواہ۔ زیادہ فرصت نہیں ایک ایک آیت دونوں کے ان کے لئے پیش کش ہے اول کے لئے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا

۱؎ اور وہ ایسا حکیم دانا ہے جس نے ناپاک نطفہ سے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اُن میں قرابت ونسب اور رشتہ سسرالی قائم کر دیا"

يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ جو سورۂ نمل میں واقع ہے اور دوسرے مسئلہ کے ابطال کیلئے اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جو کئی جا لفظِ فا کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ واقع ہے۔ سوا اس کے اور کچھ حاجت نہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ ہاں اگر اس بات کا اعتبار نہ ہو کہ شیعہ کا یہ اعتقاد اور یہ مذہب ہے یا نہیں تو کلینی کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر یہ فرمائیے۔ پھر یہ فرمائیں کہ سنیوں پر تو ذرا سے کلام اللہ کی مخالفت پر ان کے طعن۔ پھر وہ مخالفت بھی موافق مصوع (مومن) میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا تو اپنے ہی قصورِ فہم سے مخالفت معلوم ہوتی ہے اور اپنی خبر نہیں لیتے کہ اصول سے فروع تک جتنے مسائل ہیں سب کے سب کلام اللہ کے مخالف اور پھر مخالف بھی کیسے کچھ کہ الٰہی پناہ موافقت کیلئے دوسرا کلام اللہ چاہیئے۔ اس کلام اللہ کی موافقت تو معلوم واللہ اعلم

السوال الخامس

معلوم نہیں کہ سینہ پوشی خانہ کعبہ اور سینہ پوشی خلفاء عباسیہ کہ جنہیں جلال الدین سیوطی کہ وہ امام اہلِ سُنّت ہے کہ مصداقِ آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ قرار دیا گیا ہے اعتراض کرنا از راہِ جہالت کے پس و پیش کا خیال نہیں اور دسواں بیسواں چہلم وغیرہ ہوتا ہے بجز مصائب امام حسین علیہ السلام کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے اہلسنّت موافق خدا و رسول کے جانتے ہیں کہ خرقہ کو اعضاء تناسل پر لپیٹ کر فرجِ زن میں داخل کرے اور حرارتِ فرج اُس سے معلوم نہ ہو اور انزال بھی نہ ہو تو صحبت اور داخل کرنا باعث حرمت کا نہیں۔ میں حضرات سے پوچھتا ہوں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جو زہر نوش فرما کر ہم آغوشِ شہادت ہوئے تو اُسکی کیفیتِ سمیّہ سے واقف تھے یا نہیں اگر واقف نہ تھے تو اُن کو علم ازل و اَبد اور علم ماکان و مایکون نہیں اور آپ کا یہ عقیدہ غلط اور اگر واقف تھے تو دیدہ و دانستہ ہلاک ہوئے اور خودکشی کی جس کی قباحت سے سارا زمانہ واقف ہے ۱۲

لہ اللہ پاک اپنے حبیب لبیب سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد! تم کہہ دو لوگوں سے کہ تمام مخلوقات ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کوئی بھی ہوں غیب دان کوئی بھی نہیں اور نہ کوئی جان سکتا ہے کہ ہم پھر کب مرکر جئیں گے ۱۲ ؎۲ جب ان کی مدت حیات پوری ہوگی تو نہ ایک دم کی فرصت دیر کرنے کی ہے اور نہ اُن کو اختیار قبل از اجل مرنے کا ہے ۱۲ محمد حسین مانکپوری

؎۳ فرمانبرداری کرو خدائے عظیم کی اور فرمانبرداری کرو اس کے رسول کریم کی اور وہ لوگ کہ جو خلیفہ یا امام حاکم وقت ہوں ۱۲ ؎۴ اس آیۂ شریفہ سے اطاعت اولوالامر کی وہیں تک ہے جہاں تک موافق خدا و رسول کے ہو اس لئے کہ مابعد اس کے فرماتا ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف و تنازع کرو تو اُسے رجوع کرو طرف خدا و رسول کے اگر تم خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اختلاف کی صورتیں کتاب اللہ اور کتاب الرسول ہی حجت قرار دی جائیگی کسی امام مجتہد کا قول و فعل حجت نہیں امام اور مجتہد پر بھی اتباع کتاب اللہ و کتاب الرسول لازم و واجب ہے تو اب عصمت

اس میں مادر اور خواہر اور اجنبی سب برابر ہیں۔ یہ بات لذت کی شرع میں موافق خدا و رسول کے ہے اس صورت میں نہ غسل واجب ہوگا نہ حج میں فساد ہوگا نہ حرمت کسی کی ثابت ہوگی ہٰذا عبارتہٗ لَوْ لَفَّ ذَكَرَهٗ بِخِرْقَةٍ ثُمَّ اَدْخَلَهٗ اِنْ وَجَدَ حَرَارَةَ الْفَرْجِ وَاللَّذَّةَ تَفْسُدُ وَاِلَّا فَلَا فَلَا تَثْبُتُ اِذَا كَانَ عَامِدًا اَوْ نَاسِيًا عَالِمًا اَوْ جَاهِلًا مُخْتَارًا اَوْ مُكْرَهًا رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً وَلَا رُجُوْعَ عَلَى الْمُكْرَهِ اِلَخْ كَمَا هُوَ فِيْ بَحْرِ الرَّائِقِ شَرْحِ كَنْزِ الدَّقَائِقِ

الجواب الخامس

اس سوال کا جواب کیا لکھئے جیسے اپنے مذہب کی اور اہلِ مذہب کی دردمندی باعث تحریر جواب ہے ایسے ہی حضراتِ شیعہ کی خوش فہمی پر افسوس موجب پیچ و تاب ہے۔ علماء شیعہ کو اعتراض کرنا نہیں آتا تو اہلِ سُنّت سے سیکھ لیتے جہاں کلام اللہ کا استاد بنایا تھا تو اس کا بھی بناتے کیونکہ اگر وہ ہوتے تو پھر کلام اللہ ہی جہان میں نہ ہوتا۔ فہمِ مطلب میں بھی انہیں کی جوتیاں سیدھی کرتی تھیں۔ دلیل کا یہ مدلول کیا ہے کجا خانہ کعبہ کجا خلفاء عباسیہ کی سیہ پوشی کجا حضرت سید الشہداء کے ماتم کی سیہ پوشی غم اور فرحت میں زمین و آسمان کا فرق آنکھ کھول کر تو دیکھو وہ کہاں اور یہ کہاں۔ اجی حضرت کچھ انصاف فرمائیے۔ خانہ کعبہ پر نوحہ کرنے والے کو کیونکر قیاس کریں؟ وہ خدا کا گھر، یہ خدا سے بے خبر۔ اگر خدا یاد ہوتا تو یہ گریہ و زاری و نوحہ و بیقراری نہ ہوتی۔ خدا تو فرمائے ؎۲ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ یہاں رونے دھونے سے کار۔ خدا تو فرمائے ؎۳ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ یہاں برعکس۔ اجی صاحب! حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے صدمات سے صدمہ ہے تو صبر کیجئے۔ خدا کی اطاعت ہاتھ سے نہ دیجئے۔ اگر رنج و صدمہ نہیں اور یہی سچ ہے تو یہ کالے کپڑے اور جھوٹے آنسوؤں سے محبت نہ کیجئے۔ اگر یہی دین آئین ہے تو منافقینِ زمانۂ نبوی بدرجۂ اولیٰ دیندار و مستحقِ کرامتِ پروردگار ہوں گے۔ آپ اگر اظہارِ محبت سید الشہداء علیہ السلام کرتے ہیں تو وہ اظہارِ محبتِ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کرتے تھے۔ اُن کے اگر جی میں محبت نہ تھی تو محبت آپ کے بھی جی میں نہیں باقی رہی۔ سوزخوانی تصویر واقعۂ کربلا سے اگر رونا آتا ہے تو اس میں آپ کا کیا کمال ہے؟ مجوس، یہود، نصاریٰ بھی اگر اس کیفیت ؎۴ کو

لہ اگر اپنے ذکر میں کپڑا لپیٹا اور دخول کیا اگر پایا اس نے گرمیٔ فرج کو اور لذت تو البتہ حج کو فاسد کریں گے ورنہ نہیں پس نہ ثابت ہوگی حرمت مصاہرت کی اور جب اس صورت میں جب قصداً ہو یا بھول کر، دانستہ ہو یا نادانستہ، اختیاری حالت میں یا مجبوری میں اور نہیں رجوع ہی مجبور پر جیسا کہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے ۱۲ ؎۲ بیشک اللہ پاک صبر کرنے والے والوں کو دوست رکھتا ہے ۱۲ ؎۳ صبر کرو تم اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے ۱۲ ؎۴ اگر محض کیفیت واقعی پر رونا آتا تو پھر خانہ پھیر دیں میں مرثیہ گانے کی حاجت ہی کیا تھی پھیلا پھیلا کر بہا و بتلانے کی ضرورت ہی کیا پھر بھی اس پر کہیں رقت ہوئی؟ کہیں نہ ہوئی۔ اللہ ری سنگدلی ایک رونے میں اتنا بے تمیزی اٹھا کر آج حضرات کی اس حالت پر اسلام زار زار رو رہا ہے ۱۲ محمد حسین مانکپوری عفی عنہ

سنیں تو رو اٹھیں۔ کیفیاتِ مصائب کو سُن کر اجنبی کو بھی رونا آجاتا ہے۔ ایسے محبّت نہیں کہتے چنانچہ ظاہر ہے اور اسے بھی جانے دیجئے اگر یہی قیاس ہے تو کل کو بوجۂ مقبولیت غمِ امام علیہ السلام سیہ پوشانِ محرم الحرام دعویٰ مسجودیت کریں گے وہی خانہ کعبہ جس کی سیہ پوشی دستاویز سیہ پوشی محرم ہے قبلۂ نماز اور مطافِ عشاق جانگداز ہے جب سیہ پوشی وہاں سے آڑائی تو قبلہ و کعبہ بننے کے لئے کون مانع ہے۔ حضرت قبلہ و کعبہ مجتہد العصر تو برائے نام قبلہ و کعبہ ہیں پر نوحہ کنان و سیہ پوشانِ محرم واقعی قبلہ و کعبہ بنیں گے اور حضرت مجتہد العصر بھی نا چار ان کی جانب جھکیں گے۔ آخر ہم سُنتے ہیں کہ حضرت مجتہد العصر در بارہ سیہ پوشی و سینہ زنی و تعزیہ داری و مرثیہ اتنا اہتمام اور ان امورِ خیر میں جو مُشعرِ محبت ہیں مثلِ عوام اجتہاد نہیں فرماتے۔ علیٰ ہذا القیاس مجتہدان سابق کا بھی حال ایسے ہی سُننے آتے ہیں۔ بالجملہ قیاس کرنے کو کوئی ساتھ ہی چاہیئے۔ لباس خانہ کعبہ پر لباس نوحہ گرانِ بے صبر کو قیاس کرنا نہ چاہیئے۔ وہ اور قسم کی چیز ہے مظہرانِ غم اور قسم۔ با ایں ہمہ ایک قسم کی چیز میں بھی ایک کے حال کا لحاظ ضرور ہے۔ بیمار کو صحیح تندرستوں پر قیاس کر کے بدپرہیزی کی چیز نہ کھلانی چاہیئے اگرچہ دونو ایک ہی قسم کی چیز ہیں۔ سو جیسے تندرستوں کو پلاؤ زردہ کھانے میں کچھ حرج نہیں اور بیمار کھائے تو خیر نہیں۔ ایسے ہی خانہ کعبہ کی سیہ پوشی جائز ہو اور نوحہ گروں کے لئے ناجائز ہو تو کیا مضائقہ ہے ہاں سیہ پوشی اگر دین کے مقدمہ میں ایسی ہوتی جیسے زہرِ قاتل بنی آدم کے لئے کہ نہ تندرست کو کھانا چاہیئے نہ بیمار کو تو اس وقت اعتراض کا موقع تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جو چیز اصل سے بُری ہے وہ سب جگہ بُری ہے۔ مگر لباس کسی کے نزدیک کسی مذہب میں اصل سے بُرا نہیں جو یوں کہیئے کہ خانہ کعبہ کے لئے بُرا ہے اور خلفائے عباسیہ کیلئے بھی بُرا ہے۔ اس میں اگر بُرائی ہے تو اسی وجہ سے جو در بابِ مرثیہ خوانی جواب سوال اول میں مرقوم ہو چکی یعنی برایں وجہ کہ یہ کام شیعوں کے نزدیک ان کاموں سے ہے جن کاموں پر ثواب کی اُمید ہے پھر با ایں ہمہ نہ کلام اللہ میں اس کا پتہ نہ حدیث شریف میں اس کا نشان۔ کلام اللہ کا حال تو ظاہر ہے بلکہ کلام اللہ میں اگر ہے تو صبر کی تاکید ہے نہ بیہ کہ جزع فزع کیا کرو۔ نفاق کی ممانعت ہے نہ یہ کہ غم کی صورت بنا کر سب کو جتلایا کرو چنانچہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ رہی احادیث نبوی وہ کلام اللہ کے موافق ہے اور کیوں نہ ہو۔ آیت شریف نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ جس کے یہ معنے ہیں کہ اوتاری ہم نے تجھ پر کتاب جس میں سب چیز کا بیان ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ احادیث بجز تفصیل اجمال اللہ اور شرحِ مشکلاتِ قرآن اور کچھ نہ ہوگا اور نہ احادیث میں سوائے کلام اللہ کے اگر اور بھی ایسے احکام ہوں جن کا کلام اللہ میں صراحۃً و اشارۃً ذکر نہ ہو تو پھر اس کی کیا صورت ہوگی کہ کلام اللہ میں سب چیز کا بیان ہے سو با ایں نظر کہ کلام اللہ میں صبر کی تاکید ہے اور نفاق کی ممانعتیں صاف صاف ہیں اور اس قسم کی خرافات کا اصلاً ذکر نہیں جو حضرات شیعہ محرّم اور غیر محرّم میں کرتے ہیں۔ اہل فہم کو یقین ہوگا

ہوگا کہ احادیث میں جو ہوگا اسی کے موافق ہوگا۔ اس صورت میں اس قسم کے واجبات موافق آیت اِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ سب ممنوع ہوں گے اور پھر موافق آیۃ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ان کاموں کے کرنے والے داخلِ زمرۂ ظالمان ہوں گے۔ ہاں اگر مثلِ خلفاء عباسیہ اور لباسِ خانہ کعبہ سیہ پوشی موجب ثواب نہ سمجھے جیسے بہت سے اہلِ شوق سیاہ، سبز، زرد وغیرہ الوان کے کپڑے پہنتے ہیں اور کچھ موجب ثواب نہیں سمجھتے تو یہ کام ممنوع نہ ہوتا۔

بالجملہ موافق آیۂ مذکورہ اور نیز موافق حدیث مشہورہ مذکورہ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ اور نیز موافق حدیث كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ جو باتیں کلام اللہ اور حدیث میں ثابت نہ ہوں پھر اُن کو بے ضرورت شرعیہ ثواب سمجھ کر کرے تو وہ باتیں سب منجملہ بدعات ہونگی باقی وہ چیزیں جو بوجہ ضرورت شرعیّہ باوجودیکہ کلام اللہ اور حدیث میں نہیں ہوتیں موجب ثواب ہوتی ہیں۔ تفصیل ان کی ممکن نہیں ہاں ایک نظیر مدنظر ہو تو بغور سُنئے کہ منجملہ اُن کے توپ و بندوق سے جہاد کرنا دین کی کتابوں میں نہیں ہے یہ جملہ اشیاء فراہم کرنا عین دین کا کام کرنا ہے یعنی یہ چیزیں ہرچند کتاب اللہ و سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں مگر ان کی مثال ایسی ہے جیسے طبیب نسخے میں دو تولہ شربت بنفشہ مثلاً لکھے اور بیمار کسی سے شربت بنفشہ کی ترکیب دریافت کر کے دوائیں جمع کر کے مٹھائی لائے چولھا بنائے آگ جلائے قوام پکائے شربت بنفشہ بنائے ہرچند اتنے بکھیڑے کی نسخہ میں تصریح نہ تھی مگر بایں نظر کہ شربت بنفشہ بے اس بکھیڑوں کے حاصل ہو نہیں سکتا لاچار کرنا پڑے گا اور اس بکھیڑے کا کرنا امتثالِ امرِ طبیب سمجھا جائیگا۔ موجب خوشنودیِ طبیب ہوگا۔ سو جیسے طبیب نے نسخہ میں دو تولہ شربت بنفشہ ہی لکھا تھا اور اس جھگڑے کا اصلاً ذکر نہ تھا اور با ایں ہمہ اس کا کرنا باعثِ ناخوشی نہیں بلکہ اگر شربت بنفشہ تیار نہ ملے تو اس جھگڑے کا نہ کرنا البتہ موجب ناخوشی ہوگا۔ ایسا ہی تصنیفِ کتب اور آلاتِ مذکورہ کا ہرچند کتاب اللہ اور احادیث نبوی میں کہیں ذکر نہیں صراحۃً۔ پر بایں نظر کہ جہاد اور علم اس زمانہ میں ان دونوں پر موقوف ہیں تو اس کا کرنا موجب ناخوشی نہ ہوگا۔ بلکہ نہ کرنا موجب ناراضی خداوند ذی الجلال و رسولِ باکمال صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ ہاں اگر ایسی کمی بیشی نہ ہو جیسی طبیب نے دو دوائیں لکھی تھیں یہ اس میں اپنی رائے سے ایک دوا اور بڑھا دے یا گھٹا دے یا اوزانِ اَدْوِیَہ میں اپنی رائے سے کمی بیشی کر دے جیسے

ؔ دیکھو پہلے سوال کے جواب کو ۱۲ ؔ اس کا ترجمہ بھی وہیں ہے ۱۲ ؔ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی جو کہ ہمارے اس دین میں سے نہیں ہے تو وہ بات مردود ہے ۱۲ ؔ جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے۔ وہ دوزخ میں لے جانے والی ہے ۱۲ محمد حسین مانکپوری عفی عنہ

تصرفات سے طبیب ناخوش ہوجائے۔ اللہ جلّ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے تصرفات سے ناخوش ہوں گے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے فرائض خمسہ چار کر دیجئے یا چھ کر دیجئے یا اعدادِ رکعات میں تصرفات کر کے دخل دیجئے مگر چونکہ معمولات شیعہ کا نہ کلام اللہ نہ حدیث میں پتہ ہے نہ کوئی حکم احکام ضروریہ شرعیہ میں سے اس پر موقوف ہے بلکہ معمولات مذکورہ کے باعث صیغ جو احکام ضروریہ شرعیہ میں سے ہے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے تو لاریب حسبِ ہدایت مثال مذکور سب موجبِ ناخوشیٔ خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

اب سنیئے کہ جیسے کلام اللہ اور احادیثِ اہلِ سُنّت میں ان معمولات کا کہیں پتا نہیں، احادیث تشیع بھی ان کے بیان سے خالی ہیں۔ اور اگر فرض کیجئے احادیثِ شیعہ میں کہیں اس قسم کا مذکور بھی ہو قطع نظر اس سے کہ شیعوں کے نزدیک وہ حدیثیں معتبر بھی ہوں یا نہ ہوں ان حدیثوں میں ہونا اہلِ سُنّت کے اعتراض کا دافع نہیں ہو سکتا۔ شیعوں کی معتبر حدیثوں کو بھی اہلِ سُنّت معتبر نہیں سمجھتے جو اُن میں ہونا ان کیلئے حُجّت ہو۔ ہاں اگر حضرت سائل سیہ پوشی خانہ کعبہ اور سیہ پوشی خلفاءِ عباسیّہ پہ قیاس فرما کر اہلِ سنت پہ الزام نہ رکھتے اور قصدِ اثباتِ سیہ پوشی قواعدِ اہلِ سُنّت سے نہ کرتے تو خیر یہی کہتے کہ وُہ جانیں ان کا کام مگر ستم تو یہ ہے کہ بے وجہ اہلِ سُنّت سے حُجّتیں کرتے ہیں مصرعۂ مشہور ہے ع لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں ؛؛

اب گزارش دیگر یہ ہے کہ لباسِ خلفاءِ عباسیّہ اگر بوجہ ماتم داری حضرت سیّد الشہداء تھا علیٰ ہٰذا القیاس اُستارِ خانہ کعبہ بغرضِ مذکور سیاہ مقرر ہُوا ہے تب تو خلفاءِ عباسیّہ کی داد دیجئے اور اہلِ سُنّت کی فریاد نہ کیجئے اور اگر بوجہ عزاداری سیّد الشہداء علیہ السلام نہ تھی بلکہ زیب و زینت و آرائش ہے تو آپ کو کیا زیبا ہے کہ ایسے غم میں یہ خوشی۔ پھر وُہ بھی باقتداءِ خلفاءِ عباسیّہ جن سے ائمۂ اہلِ بیت نے کیا کیا رنج اٹھائے اور کیسے کیسے داغ کھائے اور اگر کوئی وجہ دوسری ہو تو پہلے تعیین فرمائیے پھر قیاس دوڑائیے۔ مگر دل میں تو آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ لباس خلفاءِ عباسیّہ نے بوجہ آرائش اختیار کیا تھا۔ کوئی صدمہ باعثِ سیہ پوشی نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس عام کعبہ کا غلاف کسی تعزیت میں سیاہ نہیں ہوگیا آرائشِ خانہ کعبہ مقصود ہے کوئی تعزیت مقصود نہیں۔ سو حضرات شیعہ کو بھی اس واقعہ پہ اظہارِ سرور مدِّنظر ہوگا جو لباسِ زینت اختیار کیا اور شاید کیوں کہیئے، یقینی کہیئے، تاشہ مرفہ ڈھول نفیری روشنی گانا بجانا کونسی بات شادی کی چھوڑ دی فقط ایک آنکھوں کو تھوک لگا کر زور سے چلّانا اور سینہ پہ ہاتھ مار کر محفل کو سر پہ اٹھانا غم میں شمار کر لیجئے یا بھانڈوں کا تماشا قرار دیجئے مگر غم کا کوئی سامان بھی نہیں شادی کا سامان ہے جیسے بوجہ شہادت عیش و نشاط وقتِ شادی بھانڈوں کے کسی مصیبت کی نقل میں چیخنے کو غم پہ کوئی محمول نہیں کرتا۔ یہاں بھی وہی سارا سامان موجود ہے غم نہ سمجھئے شادی سمجھئے اور کیوں نہ سمجھئے شیعوں کی اصل کو ٹٹولئے تو اُن کے پیشوا وہی ہیں جنھوں نے

اول حضرت سید الشہداء کو بلوایا۔ پھر دغا کی۔ عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ ہو کر حضرت کو قتل کرا دیا۔ سو اُن کو اور اُن کی اُمت کو خوشی نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا۔ اور اسے بھی ایک طرف رکھئے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت سیّد الشہداء علیہ السلام کا غم ہی چاہیئے، مثلِ اہلِ سُنّت صبر کر کے اس غم میں دل کو نہ جلائیے پر یہ تو بتائیے کہ یہ قاعدہ اظہارِ غم کا کہاں سے اُڑایا اللہ تعالیٰ نے مثلِ قواعدِ دین اس کیلئے کوئی قاعدہ نہیں بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم نہ فرمایا بجز اس کے کہ نصاریٰ سے یہ بات اُڑائی ہو اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

نصرانیوں میں اظہارِ غم کیلئے اس قسم کے احکام صادر ہوتے ہیں مگر اہلِ دانش جانتے ہوں گے کہ میور صاحب کے مارے جانے میں جو حکم سیہ پوشی ہر خاص و عام کو ہُوا تھا تو اُن کے دل میں اس بات سے غم نہیں گھس گیا بلکہ فقط ایک نفاق ہی تھا۔ خیر یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ ان باتوں سے غم دل میں نہیں آتا پر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وُہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا تھا کہ مثل عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قوم تمہاری محبّت میں ہلاک ہوگی اور ایک قوم عداوت میں۔ روافض خوارج نے سچ کر دکھایا۔ یعنی اگر خوارج نے در بارہ عداوتِ حضرتِ امیر علیہ السلام یہود کی پیروی کی تھی تو حضرات شیعہ در بارۂ افراطِ محبّت نصاریٰ کے قدم بقدم چلے۔ نصیریّہ نے تو صاف صاف حضرتِ امیر کی خدائی کا اقرار کیا۔ اور اثنا عشریّہ نے گو اس طرح بے پردہ اقرار نہ کیا پر بوجہ اثباتِ علمِ غیب وغیرہ پردہ میں اقرارِ خدائی کیا۔ کیونکہ بشہادت کلام اللہ جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ علمِ غیب خدا کو ایسا لازم ہے کہ جیسے آفتاب کو دھوپ کہ سوائے آفتاب کے اور کسی میں نہیں۔ اسی طرح علمِ غیب سوائے خداوندِ علیم کسی اور میں نہ سمجھنا چاہیئے۔ اور کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کہ یہ اس کو خدا سمجھتا ہے۔ نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑھنے کو اپنے گناہوں کیلئے کفارہ سمجھتے ہیں حضرات شیعہ حضرت سیّد الشہداء کے خون کا خون بہا شیعوں کی مغفرت خیال کرتے ہیں۔ اُن کے یہاں حضرت مسیح کی حاضری ہوتی ہے جس میں نان و شراب کو بلفظ گوشت و خونِ مسیح علیہ السلام تعبیر کر کے نوش کرتے ہیں یہاں باختلاطِ خون سیّد الشہداء خاکِ کربلا کو پانی شربت میں گھول کر حضرت کا خون پیتے ہیں۔ کیوں نہ پئیں حضرت کے خون کے پیاسے ہیں۔

علیٰ ہٰذا القیاس اور چال ڈھال کو غور کیجئے تو وہی نسبت ہے جو کہا کرتے ہیں سگِ زرد برادرِ شغال۔ فرصت نہیں ورنہ میں تفصیل کر دیتا۔ ایک اظہارِ غم کیلئے سیہ پوشی رہ گئی تھی سو وہ بھی امام ہمام کے غم کے بہانہ میں کر دکھلائی۔ بایں ہمہ یہ تو فرمائیے کہ امام جلال الدین پر اعتراض تو کیا پر نشانِ کتاب کیوں نہ بتایا۔ ہم کہتے ہیں کہ جلال الدین سیوطی نے خلفاءِ عباسیّہ کیلئے فتویٰ دیا لیکن یہ تو فرمائیے مثل سیہ پوشی محرم ثواب تو نہیں فرمایا جو آپ کو گنجائشِ قیاس ہو۔ اس کے بعد آپ نے جو بھاگے ہوئے اور ایک پشتک ماری

اور یہ فرمایا کہ جلال الدین سیوطی نے خلفاء عباسیہ کو اولوا الامر قرار دیا۔ اس کی کیا حاجت تھی اگر باعتبار خیال ظاہر لیتے ہو تو اس میں کچھ کلام نہیں۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ خلفاء تھے آپ نے اُن کو اپنے سوال میں بلقب خلفاء عباسیہ یاد کیا ہے پھر امام جلال الدین نے اُن کو اولوا الامر کہہ دیا تو کیا گناہ کیا۔ اور اگر بوجوہِ استحقاق لیجئے یعنی قرشیت صلاحیت تقویٰ وغیرہ جن کی فراہمی سے خلیفہ وقت خلیفۂ راشد کہلاتا ہے تو اُس کو آپ بھی جانتے ہیں کہ کوئی اہلِ سُنّت خلیفۂ راشد نہیں کہتا۔ بلکہ اکثروں کو ملوکِ جبّارین میں سے سمجھتے ہیں۔ خلفاءِ راشدین تو اُن کے نزدیک پانچ ہیں۔ چار یار اور ایک امام حسن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مگر اُن کے خلیفۂ راشد ہونے اور اِن کے نہ ہونے کے یہ معنے نہیں کہ اور سب ظالم ہی تھے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے شیعہ کہتے ہیں کہ ولی حضرت امیر ہیں مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اور گیارہ امام باقی نعوذ باللہ منہا گنہگار ہیں۔ خلفاء عباسیہ کا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ کا مصداق ہو کر واجب الاطاعت ہونا سو اِس کا

جواب یہ ہے کہ اہلِ سُنّت کے نزدیک خلیفہ کا مقرر کرنا اس غرض ہے کہ وُہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرے یعنی ضروریاتِ دین کو جاری اور بدعات و سیئات و کفریات کو مٹا دے۔ لفظِ اُولِي الْاَمْرِ ہی اس پر دلالت کرتا ہے۔ سو اگر وہ اقامتِ دین کرے تب اس کی اطاعت کرے ورنہ نہ کرے۔ کیونکہ گناہ کے مقدمہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ بالجملہ جب وُہ کارِ مذکور نہ کرے تب وہ اولوا الامر بھی نہیں اگر بالکل برعکس کرتا ہے تو بالکل نہیں۔ اور اگر کسی قدر اقامتِ دین بھی کرتا ہے تو اسی قدر وُہ اولوا الامر ہے۔ اتنی ہی باتوں میں اس کی اطاعت واجب ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر وُہ اقامتِ دین نہ کرے تو کیا کرے۔ اگر صبر و تحمّل نظر نہ آئے تو مثلِ سیّد الشہداء علیہ السلام جان پر کھیل جائے ورنہ مثلِ دیگر ائمہ صبر کرے اور چوں و چرا نہ کرے۔ اس کے بعد جو کچھ ارشاد ہے اس کی تشبیہ میں حیران ہوں کہ آپ کو آیا خَر کہئے یا گوزِ شتر کہئے۔ بہر حال اِس میں تو آپ نے ایسی عورت کا کام کیا ہے جو آپ گوز مار کر اوروں کے ذمّہ لگایا کرتی تھی۔ خیر اس سے تو شاید بُرا نہیں گو بُرا ماننے کا تو موقع نہیں۔ ہدایت آپ کی طرف سے ہے اور یہ سُنا ہوگا مصرع کلوخ انداز را پاداش سنگ است ؛ مگر ہم درگذر کرتے ہیں۔ اور دوسرا شعر آپ کے مجرا میں عرض کرتے ہیں ؎ کارِ زلفِ تُست مُشک افشانی اما عاشقاں ؛ مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند ؛ مُلا زماں والا کیوں ایسے بھولے بھٹکے لفِ حریر کے مسئلہ کا شہرہ تو شرق سے غرب تک پہنچ گیا سُنّیوں کو جب چھیڑنا تھا کہ جب مذہب شیعہ پر تبرّا کر لیتے ہماری طرف سے بیش بلا سُن لیتے مگر آپ نے کچھ تو خُدا کا خوف کیا ہوتا۔ اجی حضرت! مرنا بھی ہے اس طوفانِ بے تمیزی کے لچھن بھی دیکھنے ہیں۔ ہمیں پر تہمت لگائیں پھر ہمیں سے آنکھ ملائیں ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ

دارد ؛ بحر الرائق مثلِ کُتُبِ شیعہ نادر الوجود نہیں۔ کہیں اوّل سے آخر تک اگر یہ بات نکل آئے کہ اِس قسم کے افعال جائز ہیں تو ہم آپ کو سلام کریں۔ ہاں اہلِ فقہ ہر مسئلہ کے احتمالات لکھ کر اُن کے احکام لکھ دیا کرتے ہیں۔ مثلاً شیعوں کے یہاں روزہ میں اگر کوئی اپنی ماں کا بوسہ لے تو اُس کے ذمّہ کفّارہ لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اگر بیٹی سے زنا کرے اور حضرات ائمہ سے اعتقاد رکھے تو کافر نہیں ہوتا۔ سو جیسے یہ لازم نہیں آتا کہ بیٹی سے زنا اور ماں سے بوسہ لینا جائز ہے ایسے ہی اگر کسی نے ایسی ہی بات کوئی لکھ دی تو اس سے اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ اہلِ سُنّت و جماعت اور اہلِ شیعہ اس بات پر مُتفق ہیں کہ نماز میں روزہ نہ رکھنا کچھ نقصان نہیں کرتا اور نماز کا نہ پڑھنا روزہ کا ناقض نہیں۔ مگر اہلِ فہم کے نزدیک اس کے یہ معنے نہیں کہ روزہ کا نہ رکھنا اور نماز کا نہ پڑھنا جائز ہے۔ ہاں شیعوں کے فہم میں اگر ایسی عبارت سے ایسے معنے سمجھ میں آجائیں تو کیا بعید ہے اُنہیں اللہ نے فہم کچھ نہیں دیا مگر انہیں فہم نہیں تو ہم کو بھی ان سے کلام نہیں۔ کلام اہلِ فہم سے ہے نافہم سے نہیں۔ حضرات شیعہ کی قدیمی عادت ہے کہ اپنا عیب دوسروں کے ذمّہ لگاتے ہیں مصرع خطا کردم زامی کرا جاناں ؛ یہ مزید فہم و فراست شاید اغلام و زنا سے میسّر آتا ہے جب ہی اس فہم میں سارے جہان سے ممتاز ہیں۔ یہ چیز تو سب کے یہاں حرام ہے۔ ہاں حضرات شیعہ البتہ اس دولتِ بے زوال سے کامیاب ہیں یہ عقل اور یہ مضامین وہیں سے نکالے ہوں گے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اس زمانہ تک جتنے انبیاء گزرے ہیں ان کے دین میں یہ بات کبھی جائز نہیں ہوئی جو لوگ پابند دین نہیں اپنے کسی آئین کے پابند نہیں۔ ان میں سے بھی کسی نے یہ بات آج تک تجویز نہیں فرمائی۔ ہاں علماء شیعہ یونہی حضرات کے نزدیک اغلام مَردوں کے ساتھ اگرچہ حرام ہے مگر روزہ میں کوئی خلل نہیں ہوتا جیسا کہ خلاصۃ المذہب کتاب الصوم میں لکھا ہے کہ فِي فَسَادِ الصَّوْمِ بِوَطْيِ الْغُلَامِ تَرَدُّدٌ وَاِنْ حَرُمَ یعنی لڑکے کے ساتھ اغلام کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا گو یہ فعل حرام ہو ہوا کرے۔ اور اسی کتاب کی کتاب الطہارۃ فی موجبات الغسل میں لکھا ہے فِي وُجُوْبِ الْغُسْلِ بِوَطْيِ الْغُلَامِ تَرَدُّدٌ یعنی لونڈے کے ساتھ اغلام کرنے سے غسل کے واجب ہونے میں تردد ہے یعنی کسی کے نزدیک واجب ہے اور کسی کے نزدیک نہیں یونہی اپنی منکوحہ یا متعہ والی عورت سے اغلام کرنا جائز و حلال ہے اور جامع عباسی میں لکھا ہے کہ العورۃ فی الرجل القبلُ والدبر نماز میں صرف سوراخ مقعد اور دو نو خصیے اور نا جائزہ چھپانا کافی ہے باقی کھلا ہے تو بے کوئی حرج نہیں ہے ۲ استبصار کی کتاب الطہارات فی باب القبلۃ ومس الفرج یعنی اس باب میں کہ بوسہ لینا اور فرج کو چھونا نماز میں جائز ہے لکھا ہے کہ سالتُ اباعبداللہ عن الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فقال لا باس بہ یعنی میں نے ابی عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ اگر کوئی نماز فرض میں اپنے ذکر یا خصیہ وغیرہ فرج کے ساتھ کھیلے اُچھالے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

نے البتہ زنِ منکوحہ اور باندی سے اغلام کرنا حلال طیب رکھا ہے چنانچہ ارشاد میں حلّی نے ار
ہے کہ اَلْوَطی فی الدبر کالوطی فی القبلِ فِی جَمِیعِ الْاَحْکَامِ حَتّٰی یَتَعَلَّقَ بِہٖ النَّسَبُ جس کے یہ
کہ اغلام اور صحبتِ معہودہ کے احکام سارے ایک ہی یہاں تک کہ مثبتِ نسب بھی ہے۔ کیا مزے کی
ہے کہ اغلام کرنا تو جائز ہے۔ پھر وہ کیا افسون ہوگا جس کے سبب سے بچّہ بھی دبر کی راہ سے آجا
بہرحال حضرات شیعہ کے مذہب میں یہ بڑا لطف ہے کہ مُتعہ تو تھا - اغلام بھی ہے حالانکہ
میں بتصریح مذکور ہے نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ جس کے کھُلے ہوئے یہ معنے ہیں کہ تمہاری عورتیں تمہاری
کھیت ہیں اور سب جانتے ہیں کہ کھیت بغرضِ زراعت ہے سو وہ زراعت جو اِس کھیت مقصود
اور وُہ پیداوار جو اس زمین میں ہوتی ہے یہی اولاد ہے جو بطریقِ معہود عورت کی مباشرت سے
ہے نہ اغلام سے ہاں کوئی افسون یا طلسم حضرات شیعہ کے پاس شاید ایسا ہو کہ مثل بازیگروں
کہیں سے ڈالی اور کہیں سے نکالی ۔ع نہیں ہیں خون سے مژگان تر یہ خارِ دلنشیں نکلے
یہ نیشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے ؏ قربان جائیے اس مذہب کے جس میں دنیا میں یہ عیش
اور آخرت میں وہ درجات ، اور بھی کچھ نہو تو اس مذہب کی افضلیّت کیلئے متعہ کے فضائل
حرموں اور امہات الاولاد کے بغرضِ صحبت و اغلام عاریت دینے کے ثواب اور درجات اور
کا جواز ہی کافی ہے۔ سبحان اللہ! اہلِ سُنّت پر آوازہ پھبکتے ہیں اور اپنے آپ کو نہیں دیکھتے
ہاں یوں کہیئے کہ ان اسرار کے برکات کی اہلِ سُنّت کو خبر نہیں ۔ع ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ
اے بے خبر ز لذّتِ شربِ مدام ما ؏ اب فرمایئے کہ لذّت کی باتوں کو خدا و رسول کے نام پر لگاکر
نے دین و آئین بنا رکھا ہے یا اہلِ سُنّت نے ؟ لازم ہے کہ بس کیجئے۔ ہمارا ایسی باتوں کا شیوہ نہیں
کیا کریں جزاءُ سَیِّئَۃٍ سیئۃ مثلھا کے موافق ہم کو جواب دینا پڑا سبحٰنک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت
واتوب الیک ؏

ملہ دخول کرنا پاخانہ کے مقام میں ایسا ہے جیسا دخول کرنا عورت کے پیشاب کے مقام میں کل احکام میں یہاں
نسب کا تعلق بھی ہو جاتا ہے۔ یعنی بی بی کے ساتھ اغلام اور جماع کرنا بالکل پہلو بہ پہلو قدم بہ قدم ہے سرِ مُو فرق کسی
نہیں۔ جیسے مقاربت حلال ویسا ہی اغلام بھی حلال۔ اگر بعد دخولِ فرج پُورا مہر دینا آتا ہے تو اغلام سے بھی پورا مہر د
ملہ اے میرے پاک خدا میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری حمد کرتا ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود
سوا۔ اور تیری بخشش چاہتا ہوں اور تیری درگاہ والا کی طرف پھرتا ہوں۔

السوال السادس حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کی راہ نار۔ مراد بدعت
ہ ہے کہ خلافِ قرآن و حدیث کے کوئی امر احداث کرے جیسا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
تراویح کو منع فرمایا۔ برخلاف اس کے خلیفۂ دوم نے اپنے عہدِ خلافت میں اس کو جاری کیا۔ چنانچہ
الاصول کتاب حدیث اہلِ سُنّت میں موجود ہے کہ خلیفہ صاحب نے خود فرمایا کہ یہ بدعت ہے مگر حَسَنَۃ
اللہ جسے آنحضرتؐ منع فرمائیں اس کو خلیفہ صاحب جاری کریں۔ اور سُنّی اس سُنّتِ خلیفہ کو حرام نہ
تعجب کی بات ہے کہ تعزیہ کا بنانا کہ جس کی حرمت کسی جگہ ثابت نہیں اُسے بے تامّل حرام کہیں۔

الجواب السادس صفحہ ۳۰۹ کتاب تحفہ میں حدیث متفق علیہ میں مروی ہے کہ مَنْ اَحْدَثَ
اِنا ھٰذا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ یہ طعن اہلِ سُنّت پر الزام نہیں ہو سکتا کیونکہ
ح کتب حدیث میں بشہرت و تواتر ثابت ہُوا ہے کہ آں حضرت نے تین رات رمضان میں تراویح ادا
ور مثل دیگر نوافل ان کو تنہا ادا نہ فرمایا اور عذرِ ترک مواظبت میں بیان کیا کہ اِنّی خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ
بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کہ یہ عذر زائل ہُوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احیائے سُنّتِ
ربانی۔ قاعدہ اصولی نزدیک شیعہ و سُنی کے مقرر ہے کہ جو حکم موجبِ نصّ شارع کے مُعلّل ہو کسی عِلّت
تو وقت ارتفاع اس عِلّت کے وہ حکم بھی مرتفع ہو جاتا ہے۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ باعتراف حضرت عمر
تعالیٰ عنہ بدعت ہے کہ زمانۂ آنحضرت میں نہ تھی تو جو چیز کہ بوقتِ خلفاءِ راشدین و ائمۂ اطہار و
ت ثابت ہوئی اور زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھی اس کو بدعت نہیں کہتے۔ اگر بدعت
و حَسَنَہ ہے نہ سَیِّئَہ۔ پس حدیثِ منقول مخصوص اُس پر ہے کہ شرع میں جس کی اصل نہو اور خلفاء اور
جماعِ اُمّت سے بھی ثابت نہ ہُوا ہو۔ اب شیعہ حضرات عید غدیر و تعظیم روز نوروز و ادائے شکر
ت عمر و تحلیلِ فروجِ جواری اور محروم کرنے بعض اولاد کو بعض ترکہ سے کہ یہ چیزیں زمانۂ آنحضرت صلی
لم میں نہ تھیں اور ائمہ نے ان کو احداث کیا، کیا کہیں گے ؟ اس عبادتِ رحمانی میں کیا زہر مل گیا کہ
یعہ ٹھیری اور ان لغویات میں کیا امرت ہے کہ سُنّت سنیّہ ہوئی۔ سچ ہے جب ایمان ہو تب تو نیک
ل ہو جو کہ اہلِ سُنّت کے خلفاءِ راشدین بھی حکم ائمہ کا رکھتے ہیں یہ حدیثِ مشہور کہ مَنْ یَّعِشْ مِنْ
سَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِیْ عَضُّوْا
نواجذ احداث حضرت عمرؓ کو بدستور احداث ائمہ دیگر بدعت نہیں جانتے اور اگر بدعت جانتے ہیں

رہیگا میرے بعد وہ دیکھ لیگا بہت بڑا اختلاف پس اس وقت تم لوگوں پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین مہدیین
رتا ہوں اس بات سے کہ مبادا تم پر فرض نہ ہو جائے ۱۲ کی سنت جو میرے بعد ہوں گے پکڑو تم اس کو دانتوں سے

تو سیئہ نہیں جانتے ۔حسنہ جانتے ہیں۔ آنحضرت تو ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد ہمارے طریقہ ہمارا اور ہمارے اصحاب کے طریقہ کو مضبوط دانتوں سے پکڑنا۔ پس یہ تراویح وہ ہے کہ حضرت نے تین روز پڑھی اور پھر بہ خیالِ فرضیت ترک فرمائی۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے بعد نہ پڑھنا۔ بعد آپ کے دغدغہ نزولِ وحی باقی نہ رہا۔ حضرت عمرؓ نے اس سُنّت کو زندہ کیا۔ لیکن تعزیہ کا بنانا کس کتاب میں ہے سناؤ۔ اگر اسی قرآن میں ہے تو دکھاؤ۔ اگر مصحف غائب میں پاس امام غائب کے ہے لاؤ کس حدیث میں ہے سُناؤ۔

کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں تمہارا مجتہد تو یوں لکھتا ہے کہ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ یعنی جس نے تجدید کی کوئی قبر یا بنائی کوئی مثال وہ خارج ہوا اسلام سے۔ خود تمہارا مجتہد تم کو اسلام سے خارج بتاتا ہے۔ اب تقریر تمہاری کہ تعزیہ کی حرمت کسی جگہ ثابت نہیں اسے حرام کہیں۔ ہم تمہاری کتاب سے ثابت کر چکے۔ مگر تم نے کوئی ثبوت جواز کا پیش نہ کیا۔ یہ بیاہ میں بی بی کے ساتھ کا ست کو رنہیں ہے کہ تمہیں نے لُوٹا تمہیں نے کھایا۔ جب کسی مرد کی چھپیٹ میں آؤ گے تب توبہ تِلّہ مچاؤ گے فقط

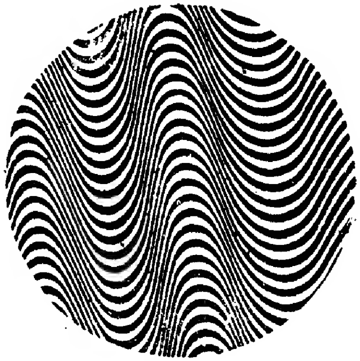

ہماری مطبوعات

ندائے حق	از حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ	زیر طبع ہے
شفاء الصدور	〃 〃 〃 دوسری بار زیر طبع ہے	
ردِ منکرات	〃 〃 〃 دوسرا ایڈیشن	-/۳
محمد بشر لا کالبشر	〃 〃 〃	-/۱
رسمی مسلمان	〃 〃 〃 زیرِ طبع ہے	
خیر الکلام فی تقبیل الابہام	〃 〃 〃	-/۲
مناظرہ علم غیب	مابین مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و مولوی حشمت علی صاحب بریلوی	-/۵
غیب دانی	از مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع اضافات حضرت شیخ الحدیث صاحب	-/۲
رسالہ جریدتین	〃 〃 〃 〃 〃	زیر طبع
فتح الرحمٰن فی قیام رمضان	از حضرت شیخ الحدیث صاحب	۴/۵۰
بچوں کی نصیحت منظوم	از جناب فقیر دہلوی رح	۲۵/-
جوہر حیات	از مولانا غلام حسین صاحب شہباز	-/۳

اس کے علاوہ ادارہ گلستان اہل سُنت قارئین کرام کی خدمت میں ہر ماہ ایک رسالہ ماہنامہ جشن بہار باقاعدگی سے پیش کر رہا ہے سالانہ چندہ ۱۵/ روپے، طلبہ سے سالانہ چندہ ۱۰/ روپے صرف

مکتبہ گلستانِ اہل سُنت بلاک نمبر ۱۳ سرگودھا (پاکستان)

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

غیب دانی

پر علمائے احناف رح کی تحقیق

محررہ

رئیس المفسرین پیر طریقت مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مع اضافات وفوائد

شیخ الحدیث والتفسیر ولی کامل محقق العصر حضرت مولانا پیر محمد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (بھارت)، حال صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودہا

ناشر:

گلستان اہل سنت [illegible] سرگودھا

ادارہ گلستان اہل سنت سرگودہا کی طرف سے

JASHN-E-BAHAR

ماہنامہ جشن بہار سرگودہا

گلستان اہل سنت نمبر

سید حسن واسطی کی زیر ادارت ہر ماہ شائع ہوتا ہے

- اتحاد بین المسلمین کی دعوت دینے والا واحد جریدہ
- بدعات و رسوم کا خاتمہ کرنے والا بیباک نقاد جریدہ
- فرقہ بندی اور گروہی منافرت سے پاک جریدہ
- قیمتی تحقیقی مضامین سے بھرپور ملک بھر میں واحد جریدہ
- پاکستان بھر میں سب سے زیادہ شائع ہونے والا اسلامی جریدہ

سالانہ چندہ مع اشاعت ہائے خصوصی پندرہ روپے صرف معلومات کیلئے جوابی کارڈ لکھیں؛

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ كَالْيَاقُوْتُ حَجَرٌ لَا كَالْحَجَرِ

بشریتِ نبوی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

از قلم

محقق العصر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی حال صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم بلاک نمبر ۱۳ سرگودھا

ناشر:- اِدارہ گلستانِ اہلِ سُنّت بلاک ۱۳ سرگودھا

ہماری تمام کتب کراچی میں مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کریں: یا ہم سے براہِ راست طلب فرمائیں:

مکتبہ مدینہ، مسجد اقصیٰ بادشاہی روڈ، معرفت محبوب سبحانی ڈامر جینٹ کراچی ۳